مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ نقوش اسلام

Issue.No. 3 | مئی ۲۰۱۰ء (May2010) جمادی الاولی، جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ | VOL.No. 5

زیر سرپرستی

مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسار پوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبد القیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

مولانا سید الرحمٰن اعظمی ندوی — مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی — الحاج موسیٰ بھائی درسوت
مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی — مولانا محمد احمد صالح جی
مولانا حافظ محمد ایوب — مولانا یحییٰ بام — مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ❁ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی
مدیر انتظامی: حافظ عبد الستار عزیزی
مدیر معاون: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood _azizinadwi@yahoo.co.in
ماہنامہ "نقوش اسلام" مظفر آباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ ۱۰/روپے
سالانہ ۱۰۰/روپے
خصوصی ۳۰۰۰/روپے
ایشیائی، یورپی افریقی و امریکی ممالک کے لیے ۲۰ ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: 09719639955

منیجر توسیع واشاعت: قاری محمد صالحین
09675335910/ 09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTER, PUBLISHER AND OWNER MOHD.MASOOD AZIZI NADVI
PRINTED BY UNION PRINTING PRESS DEOBAND SAHARANPUR PUBLISHED AT
Vill&P.O.MUZAFFARABAD, DISTT.SAHARANPUR (U.P) **EDITOR**:MOHD.MASOOD AZIZI NADVI

Files\A017.TIF not found. Files\A003.TIF not found. Files\A017.TIF not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
مسلمان اپنی حقیقت کو پہچانیں!	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
مشعل راہ		۶
ملفوظات حضرت مرشد الامت	مولانا سید رشید احمد حسنی ندوی	
جائزہ		۹
معاشرتی حالات بد سے بدتر......	مولانا اسرار الحق قاسمی نئی دہلی	
نقوش حیات		۱۲
شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحبؒ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
فکر امت		۱۶
ملت کے لیے سوچنا وقت کی اہم ضرورت	مولانا سلمان عبد الصمد ندوی	
شخصیات		۱۹
مولانا شیروانی ایک جامع کمالات شخصیت	مولانا مفتی رحمت اللہ ندوی	
غور وفکر		۲۴
دنیا اور آخرت میں گناہوں کی......	مولانا محمد حذیفہ غلام وستانوی	
سکون دل		۳۱
اللہ کا ذکر اور زندگی کا سکون	محمد مسعود عزیزی ندوی	
ترغیب		۳۸
علم کی اہمیت	مولانا محمد دلشاد ندوی رائے بریلی	
تجزیہ		۴۱
عالم اسلام دشمنوں کے قبضے میں	ڈاکٹر عبد الحمید اطہر ندوی	
تدبیر		۴۳
شیطانی وسوسوں کا صحیح علاج	خالد سلیم (دہلی)	
رحمت الٰہی		۴۵
رحمت خداوندی کی بے پایاں وسعت	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
حالات حاضرہ		۴۸
عالمی خبریں	عبد الستار عزیزی	

ماہنامہ ”نقوش اسلام“ کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)	۳۰۰۰............
؍؍ ؍؍ اول اندرونی	؍؍ ؍؍	۲۵۰۰............
؍؍ ؍؍ آخر اندرونی	؍؍ ؍؍	۲۰۰۰............
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	۱۰۰۰..................
آدھا صفحہ اندرونی		۶۰۰............
¼ صفحہ ؍؍		۴۰۰............

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۱۰۰؍ روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کراکے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفر آباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سنیٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور، یوپی (الہند)

اداریہ

مسلمان اپنی حقیقت کو پہچانیں!

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ہماری کامیابی کی سیدھی راہ متعین کی ہے اور سارے انسانوں کو بطور حکم فرمایا دیا ہے کہ سیدھا راستہ یہ ہے اور غلط راستہ یہ ہے، اب جو شخص سیدھے راستے پر چلے گا وہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہوگا اور جو شخص اس صراط مستقیم سے ہٹے گا وہ آخرت کی ہمیشہ ہمیش رہنے والی زندگی میں تو ناکام ہوگا ہی اور دنیا کی چندروزہ زندگی میں بھی کامیابی سے محروم رہے گا، سورۂ انعام میں اللہ تعالی فرمارہا ہے ''اور حکم کیا کہ یہ راہ ہے میری سیدھی، سو اس پر چلو اور مت چلو اور راستوں پر کہ وہ تم کو جدا کردیں گے اللہ کے راستہ سے، یہ حکم کردیا ہے تاکہ تم بچتے رہو''۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

••••————————••••

اس آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ نے ہمارے لیے صراط مستقیم کا تعین کیا ہے، تاکہ ہم اس راستہ پر چل کر اپنی دنیوی واخروی زندگی کو کامیاب بناسکیں، مگر ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو صراط مستقیم کو جاننے کے باوجود بھی غلط راستہ کو اختیار کئے ہوئے ہیں اور صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں، خدا چاہی زندگی کے بجائے من چاہی زندگی بسر کررہے ہیں اور اپنے طور طریقے کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھالنے کے بجائے غیروں کے طریقے میں ڈھالے ہوئے ہیں، گویا کہ ہم نے غیروں کی تہذیب کو اپنالیا ہے، ہم نے اپنی حقیقت اور اپنی شریعت کو یکسر بھلادیا ہے، ہم اپنے رنگ میں رنگنے کے بجائے دوسروں کے رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے ہیں، گھر سے لے کر باہر تک یہودیوں اور عیسائیوں کے طور طریقے نظر آتے ہیں، لباس سے لے کر کھانے پینے تک ان ہی کے طریقے نظر آتے ہیں، شادی بیاہ سے لے کر زندگی کے اکثر معاملات میں انہی کے طریقے نظر آرہے ہیں، تو کس طرح ہم دنیا وآخرت میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

••••————————••••

اللہ تعالی نے ہماری کامیابی اور ہدایت کے لیے قرآن کریم کو نازل کیا ہے؛ لیکن ہم قرآن کریم میں غوطہ زن ہونے کے بجائے دنیا کی عیش وعشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں، جب کہ دنیا کی دوسری قومیں اسی قرآن میں غوطہ زنی کرکے خود مسلمانوں پر یلغاریں کر رہی ہیں، اور آئے دن ہمارے دین ومذہب پر ڈاکہ زنی کررہی ہیں؛ لیکن پھر بھی ہم اپنے راستے پر نہیں چل رہے ہیں، انہی کے راستہ پر آنکھیں بند کئے چلے جارہے ہیں، ہمارا ایمان اس قدر کمزور ہوگیا ہے کہ ہمارے اور غیروں میں کوئی امتیاز اور کوئی فرق باقی نہیں رہا، مسلمان جہاں کہیں بھی ہیں زندگی کے جملہ امور ومعاملات میں خواہ وہ تہذیبی ہو یا ثقافتی، سیاسی ہو یا معاشی، خانگی ہو یا معاشرتی، غیروں کے اثرات قبول کرتے چلے جارہے ہیں، شریعت اور دین حق کی قطعی پرواہ نہیں کرتے۔

آ ج ایک مسلمان کا حال یہ ہے کہ وہ مغربیت اور دور جدیدہ کے سانچے میں ڈھل کر اپنے آپ کو دین سے دور کر رکھا ہے، اپنی وضع قطع، چال چلن اور اپنے شعار کو پس پشت ڈال رکھا ہے، غیروں کے شعار کو اپنا کر دین اسلام اور صراط مستقیم سے بالکل ہٹ چکا ہے، جس کی بنا پر بعض دفعہ پہچاننا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ کون مسلم ہے اور کون غیر مسلم، گذشتہ مہینہ راقم کو ممبئی جانا ہوا، دو دن وہاں رہنے کا موقع ملا، سوچا کہ جو اپنے خاص خاص رشتہ دار ہیں ان سے ملاقات کر لوں، بڑے بھائی جناب ذبیح اللہ صاحب سے کہا کہ فلاں فلاں شخص سے ملنا ہے، تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے کل چلیں گے، اگلے دن صبح ماروتی میں بیٹھ کر جب چلنے لگے تو گاڑی کے ڈرائیور کو میں نے دیکھا تو سمجھا کہ یہ غیر مسلم ہے، ظاہر میں یہی معلوم ہو رہا تھا؛ کیونکہ اس کے کان میں چھلّہ پڑا ہوا تھا اور ہاتھ میں گھڑی کی جگہ پر دھاگہ بندھا ہوا تھا، اس کا حلیہ یہ بتلا رہا تھا کہ یہ غیر مسلم ہے؛ لیکن مجھے اس وقت حیرت ہوئی جب چچازاد بھائی مولانا محمد ارشد صاحب قاسمی کے یہاں گئے، چائے پانی کے وقت میں نے بھائی صاحب سے کہا کہ ڈرائیور صاحب کو بھی چائے وغیرہ پلا دو، چنانچہ بھائی صاحب نے ڈرائیور کو بلایا، میں نے ان کا نام پوچھا، تو اس نے کہا ''فیروز'' میں نے کہا ڈرائیور صاحب میں اب تک آپ کو غیر مسلم سمجھ رہا تھا، معاف کیجئے گا، فیروز کتنا اچھا نام ہے، اس کے معنی کامیاب کے ہوتے ہیں اور آپ جس راستہ پر چل رہے ہیں، یہ راستہ آپ کو ناکامیابی کی طرف لیجا رہا ہے، یہ راستہ غیروں کا ہے، کم سے کم اپنے نام کا تو لحاظ کیجئے، اپنا حلیہ ایمان والوں جیسا بنایئے، پھر آپ دنیا میں کامیاب رہیں اور آخرت میں بھی کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔

••••——————••••

افسوس ہے کہ آج ہم اپنے دین و مذہب سے کتنے دور ہو چکے ہیں، اسلام کی اہمیت ہمارے دلوں سے نکل چکی ہے، ارکان اسلام سے ہم بے خبر ہو چکے ہیں، ہمارے دلوں میں نبی و رسول کی محبت کی بجائے غیروں کی محبت رچ بس گئی ہے، جب سے ہم نے پارکوں، کلبوں، سنیما ہالوں میں جانا شروع کیا تب سے ہر نیک اور بھلا کام کرنے کو طبیعت پر گراں گزرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج ہماری نمازیں ہمیں بری لگ رہی ہیں، ہمارے عبادت خانے برے لگ رہے ہیں، نماز پڑھنا معیوب سمجھا جا رہا ہے اور داڑھی رکھنے میں ذلت و رسوائی محسوس کرتے ہیں، شرعی لباس پہننے میں حقارت سمجھتے ہیں، یہ ایمان کی کمزوری نہیں تو اور کیا ہے، یہی نہیں بلکہ آج مسلمانوں کا حال یہ ہو گیا ہے کہ وہ ملی جلی تہذیب میں نہیں رہ سکتا، ایک صفت میں کھڑے ہونے کو برا سمجھتا ہے، آج ایک مسلمان کی نگاہ میں مصلّے پر کھڑے ہونے والے امام کا کیا مقام ہے، ممبر رسول پر کھڑے ہونے والے ایک عالم دین کا کیا مقام ہے، کسی دینی ادارہ کے ذمہ دار کا کیا مقام ہے، کسی خانقاہ کے بزرگ کا کیا مقام ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہنا چاہوں گا کہ نبی کے جانشین اور وارثین انبیاء کا کیا مقام ہے؟۔

••••——————••••

اگر کسی قصبہ یا شہر میں کوئی عالم دین یا نبی کا جانشین آ جاتا ہے تو اس کے استقبال کے لیے کتنے لوگ جمع ہوتے ہیں، کتنے لوگوں کا چہرہ خوشیوں سے تمتماتا ہے، کتنے لوگ ان کے آنے سے خوش ہوتے ہیں، برخلاف اس کے اگر کسی گاؤں، قصبہ یا شہر میں کوئی ہیرو یا ہیروئن یا فلم میں کام کرنے والا کوئی فرد آ جاتا ہے تو ہماری خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں رہتا، ہمارا چہرہ خوشیوں سے چمکنے

لگتا ہے، پورا شہر اور پورا قصبہ خوشیوں سے جھومنے لگتا ہے، ان کے استقبال میں ایک بڑا مجمع اکٹھا ہوجاتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ ہمارے دل و دماغ سے ایمان کی روح نکل چکی ہے، دین و اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں، خدا کا واسطہ دے کر میں اپنے مسلمان بھائیوں سے پوچھنا چاہوں گا کہ ایک عالم کو دیکھ کر، ایک نبی کے جانشین کو دیکھ کر تم اتنا خوش کیوں نہیں ہوتے جتنا خوش تم ایک فلم میں ناچنے اور گانے والے سے ہوتے ہو، تو سب کے منہ پر تالا لگ جاتا ہے اور سب کی زبانیں گنگ ہوجاتی ہیں، جسم کے اوپر سانپ سونگ جاتا ہے، ان کے خون منجمد ہوجاتے ہیں، بات کرنے کی بھی سکت نہیں رہتی، افسوس ہے آج مسلمان بھائیوں پر کہ وہ کس طرح غلط راہ روی کا شکار ہیں، اللہ تعالی نے جس راستے پر چلنے میں ہماری کامیابی بتلائی ہے، ہم اس راستے سے بالکل ہٹ چکے ہیں، جس کی وجہ سے ایک عالم دین کو، ایک نبی کے جانشین کو، ایک شیدائیان رسول کو گری ہوئی نظروں سے دیکھا جارہا ہے۔

جب مسلمان دین حق سے منحرف ہوگئے، اللہ تعالی کی نازل کردہ قرآن کریم کی تعلیمات سے چشم پوشی اختیار کرلی، احکام خداوندی کو یکسر بدل ڈالا، دنیا پرستی، عیش پرستی، آرام طلبی، جھوٹی شان و شوکت اور ظلم و زیادتی کے دلدادہ ہوگئے، مختلف قسم کے آپسی اختلافات میں مبتلا ہوگئے، یہود و نصاری اور دوسری قوموں کی نقالی شروع کردی، تو قعر مذلت میں جاگرے، شروع میں جب مسلمانوں کا نصب العین خوف خدا، آخرت طلبی، شرافت و دیانت اور حق و انصاف کا علم بردار تھا، وہ نظام حق کے متبع اور اسلام کے چلتے پھرتے نمونہ تھے، شریعت اور اس کے احکام کی پابندی کو عزیز رکھتے تھے، تو جہاں کہیں بھی گئے اور جس جگہ بھی رہے وہاں نہ صرف انہوں نے اپنے اخلاقی اور شرعی اثرات لوگوں پر مرتسم کئے بلکہ ان کی تہذیب کو دیکھ کر دوسرے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے چلے گئے، انہوں نے خاک پر ہاتھ ڈالا تو انہیں سونا بنادیا، چرند و پرند ان کے تابع ہوگئے، غرضیکہ دنیا کی تمام چیزیں مسلمانوں کی جاگیر اور ان کی ملکیت میں ہوگئیں، بحر و بر، شجر و حجر سب کے سب مسلمانوں کے استقبال میں دست بستہ کھڑے رہتے تھے، مگر آج مسلمان ہر جگہ ذلت و رسوائی کا سامنا کررہے ہیں۔

آج مسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ وہ اپنے دل و دماغ، فکر و نظر اور علم و فن کو صرف قرآن کریم کی تعلیم سے آراستہ کریں، قرآن کریم کو سینے سے لگائیں؛ کیونکہ قرآن کریم مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس کے اندر زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ بتایا گیا ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ؎

ڈھونڈو نہ ہدایت کا کوئی اور طریقہ ❁ مسلم کی ہدایت کو یہ قرآن بہت ہے

اس لیے مسلمان اپنی حقیقت کو پہچانیں! اور اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں، دنیا میں جتنے بھی راستے ہیں سب گمراہی کی طرف لیجانے والے ہیں، غیروں کی نقالی، غیروں کی مشابہت اور غیروں کے طور طریقہ کو اختیار کرنے کے بجائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو اپنائیں، اسی میں ہماری بھلائی ہے، خود بھی سیدھے راستہ پر چلیں اور دوسروں کو بھی سیدھے راستے کی طرف بلائیں، اللہ تعالی ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور قرآن و سنت کے راستے پر چلنے والا بنائے۔ (آمین)

مشعل راہ

ملفوظات حضرت مرشدالامت

ارشادات: مرشدالامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ.......................ترتیب: مولانا سید رشید احمد حسنی ندوی

اعمال کا دارومدار نیت پرھے:

حضرت مرشدالامت نے ارشاد فرمایا کہ میرے پیارو! اللہ تعالی نے دین ودنیا دونوں بنائے ہیں اور دونوں سے متعلق احکامات دیئے ہیں، حدیث میں آتا ہے "الدنیا مزرعة الآخرة" دنیا آخرت کی کھیتی ہے، نیز یہ دنیا دارالعمل اور آخرت دارالجزاء ہے، دین کا تعلق آخرت سے ہے اور مسلمان اس دنیا میں عمل کرتا ہے تاکہ آخرت میں اس کو اس کا فائدہ پہنچے، ہماری زندگی کی نوعیت دہری ہے، ایک کا تعلق دنیا سے ہے اور دوسری کا تعلق دین سے؛ لیکن دنیوی معاملات میں بھی نیت اگر اچھی ہو تو دنیا دین بن جاتی ہے، جب کہ دنیا کے معاملات میں بھی اللہ کی رضا، سنت کی پیروی اور اللہ کے حکم کو پورا کرنے کی نیت ہو، اتنی بڑی تعداد میں آپ یہاں تشریف لائے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نیت اچھی ہے اور "إنما الأعمال بالنيات" اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

خیر امت کی امتیازی شان:

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ دین کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے میں اس امت نے اپنا ایک وقار قائم کر رکھا ہے، دین کے معاملہ میں ہر طرح کی قربانی دینا، خواہ وہ جان کی قربانی ہو یا مال کی یا وقت کی، اس امت کا شعار ہے اور اس میں یہ امت ممتاز ہے، دنیا کی کسی اور قوم میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ اپنے مذہب کے لیے اتنی قربانی دے، یہ اس امت کے خیر امت ہونے کی دلیل ہے اور اس سے کامیابی کی طرف اشارہ ملتا ہے، اگرچہ مسلمانوں میں انفرادی طور پر بعض خرابیاں پائی جاتی ہیں لیکن ''من حیث القوم'' یہ امت دین سے جڑی ہوئی اور اس سے وابستہ ہے، بعض خرابیوں کو دیکھ کر مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں میں دین کا جذبہ موجود ہے، اور جب جذبہ ہو اور دین کے لیے کوشش ہو تو اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے "والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا" یعنی جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے (قرب وثواب) یعنی جنت کے راستے ضرور دکھاویں گے۔

اللہ اخلاص سے کام کرنے والوں کے ساتھ ھے:

حضرت مرشدالامت نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالی اخلاص سے کام کرنے والوں کے ساتھ ہے لیکن ہر چیز کا تعلق آدمی کے ارادہ اور اس کی نیت سے ہوتا ہے، ارادہ ہو تو مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے، اگر اس امت میں ارادہ پیدا ہو جائے تو اس کی خرابیاں خود بخود دور ہو جائیں، اور یہ دین کے راستہ پر چل پڑے۔

اللہ پاک کی رضا پیش نظر رھے:

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے پیارو! ہر کام میں اللہ کی رضا پیش رہے، اور سنت کی پیروی ہو، شریعت کے جو احکام ضروری ہیں ہر مسلمان کو اس پر عمل کرنا چاہئے، ان میں کچھ احکام انفرادی ہیں، جیسے نماز، روزہ وغیرہ اور کچھ اجتماعی اور سماجی ہیں، جیسے میراث، نکاح وطلاق وغیرہ۔

قرآن پاک کی حفاظت کا وعدہ اللہ پاک نے کیا ھے:

حضرت مرشد الامت نے فرمایا کہ اللہ نے اپنی کتاب کو محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے "ان نحن نزلنا الزکر وانا له لحافظون" یعنی ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں۔

اس طرح گویا اللہ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے کہ دین کی حفاظت کرے گا، اوراس کے ماننے والوں کی بھی حفاظت کرے گا، بلکہ ہر اس چیز کی حفاظت کرے گا جس کا تعلق کتاب اللہ سے ہو، تاریخ کے مختلف ادوار میں مسلمانوں پر بہت سخت حالات آئے لیکن وہ باقی رہے اور دین میں تحریف کی ساری کوششیں ناکام ہوئیں، خود ہمارے ملک ہندوستان میں تقسیم کے وقت حالات اتنے خراب تھے کہ مسلمانوں پر زمین تنگ ہوگئی تھی، بظاہر ان کا اس ملک میں رہنا مشکل تھا، لیکن اللہ کا فیصلہ تھا کہ مسلمان اس ملک میں رہیں گے، اورالحمدللہ ہیں، بلکہ اللہ کا فیصلہ ہے، پوری دنیا میں مسلمان باقی رہیں گے، قرآن کریم سے جن جن کا تعلق ہے سب کی حفاظت کرنے کا اللہ نے وعدہ فرمالیا ہے، سارے اسباب ووسائل قرآن کی حفاظت کے لیے مقرر ہوئے، اس پر عمل کرنا یہ بھی اس کی حفاظت ہے۔

حوادثات کا علاج دین وشریعت پر عمل کرنا ہے:

حضرت مرشدالامت نے ارشادفرمایا کہ اے میرے پیارو! اس امت کے ساتھ جوحوادث پیش آتے ہیں ان کی حیثیت امراض کی ہے، امراض دوا، علاج سے اچھے ہوجاتے ہیں، اسی طرح یہ حوادث بھی علاج سے جاتے رہیں گے اوران کا علاج دین پر اورشریعت پر عمل کرنا ہے، اس امت کی تاریخ میں بارہا ایسامحسوس ہوا کہ شاید اب یہ امت ختم ہوجائے گی، لیکن یہ پھرابھرآئی، اوراپنی زندگی کا ثبوت دیا، اسی کو علامہ اقبال نے کہاہے:

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے

اس مجلس میں دین کے نام پر اتنے آدمیوں کا جمع ہوجانا دین کا ایک معجزہ ہے، باوجود گناہ اورمعاصی کے، آپ کچھ افراد کوضرور دین پر عمل کرنے والا پائیں گے، انہیں کے طفیل میں دنیا میں برکتیں نازل ہوتی ہیں، نعمتیں نازل ہوتی ہیں، ہم ان کے ممنون ہیں جو دین کے لیے اوراللہ کی رضا کے لیے کام کرتے ہیں، تعلیمات قرآن کو اپنی زندگی میں جاری کرنا اورسنت سے احکام اوراس کا طریقہ معلوم کرنا یہ دین کی حفاظت ہے، حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتعلیم دی ہے اگر ہم اس کا جائزہ لیں تو وہ ہمیں اپنی اصلی شکل میں ملے گی، طریقہ وہی ہے، صورت شکل وہی ہے، لیکن طریقہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، ہاں ایمان کی، اخلاص کی اور جذبہ کی کمزوری ہوسکتی ہے، لیکن طریقہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہے، اس دین پر عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے اوراس سے دین کی حفاظت ہوتی ہے۔

ہماری بقا قرآن وسنت سے مربوط ہے:

حضرت مرشدالامت نے ارشادفرمایا کہ ہماری بقا قرآن وسنت سے مربوط ہے، یہ امت جب تک دین سے وابستہ رہے گی تب تک باقی رہے گی، ہم دین سے جتنے دور ہوں گے خطرہ اتنا ہی بڑھے گا، مسلمانوں پر جب بھی مصیبت آئی ہے ان کی بداعمالیوں کے نتیجہ میں آئی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے "وماأصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم" اورتم کو (اے گنہ گارو!) جوکچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے پہنچتی ہے۔

جہاں دین پر صحیح طور پر عمل ہوتاہے وہاں امتحانات ومصائب کم پیش آتے ہیں:

حضرت والا نے ارشادفرمایا کہ جہاں دین پر صحیح طور پر عمل ہوتا ہے وہاں امتحانات ومصائب بہت کم پیش آتے ہیں، ہم جو اب تک زندہ ہیں تو ہمارے بزرگوں نے جواصلاح کا کام کیا ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے، جنھوں نے محنت کی اور باہر سے آئے، لوگوں سے ملے تاکہ دین باقی رہے، یہ ان کی محنت کا صلہ ہے کہ ہم اس ملک میں عزت کے ساتھ ہیں، لیکن اسے یادرکھنا چاہئے کہ یہ ہمیشہ باقی نہیں رہے گا، ہمارے لئے ہمارے بزرگوں نے محنت کی، اب ہمیں اپنے بعد آنے والی نسل کے لیے محنت کرنی ہے، ہم نئی نسل کی تربیت کریں، ان کی اصلاح کریں، انہیں دین کے راستہ پر لگائیں، اسی میں ہماری بقا اور ہماری زندگی ہے، یہ اللہ کا کرم ہے کہ ہم زندہ ہیں اورفائدہ اٹھارہے ہیں، اگر

ہم دین پر عمل کریں اور اپنی زندگیوں میں شریعت کو نافذ کریں تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے زیادہ عزت عطا فرمائے گا؛ لیکن کوتاہی کی صورت میں مصائب اور مسائل پیش آئیں گے، اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے وہ اپنے دین کی حفاظت کا کام کسی سے بھی لے سکتا ہے، ہم نہیں ہوں گے؛ لیکن یہ دین باقی رہے گا، ہمارے لیے سعادت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعہ سے اپنے دین کی حفاظت اور بقا کا کام لے، تاریخ میں اس کی مثالیں ملتی ہیں کہ بعض ممالک میں مسلمان بالکل ختم کردیئے گئے، جب کہ انہوں نے دین پر عمل کرنا چھوڑ دیا، یہ بات ذہن میں بٹھانے کی ہے کہ ہمارے معاملہ میں کامیابی وعزت اور زندگی وبقا سب دین کے ساتھ مربوط ہے۔

ذکر خدا اور رسول اور پندوموعظت کی مجلسیں فائدہ سے خالی نہیں ہوتی:

حضرت والا نے فرمایا کہ یہ ذکر خدا اور رسول اور پند وموعظت کی مجلسیں فائدہ سے خالی نہیں ہوتی ہیں، ان کا نتیجہ نکلنا چاہئے، ان کا کم ازکم یہ فائدہ ضرور ہونا چاہئے کہ ہمارے اندر ارادہ پیدا ہوجائے، دین کی فکر پیدا ہوجائے اور اس بات کی فکر کہ ہم دین کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں نافذ کریں، اس سے اللہ کی نعمتیں نازل ہوں گی، اور ہم عزت سے رہیں گے، اور ہمارا یہ مقام صدیوں رہ چکا ہے، ضرورت ہے کہ ہم پھر اس مقام کے لائق بنیں، دنیا کی قیادت کے اہل نہیں، اس لیے ہم کو چاہئے کہ ہم دین کو نافذ کرنے کا ارادہ کریں اور اللہ کی نعمتوں اور برکتوں کے مستحق ہوں، اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے نیک ارادوں میں کامیاب فرمائیں، اللہ پاک ہم کو اور آپ سب کو اپنی رضا کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

not found.

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

اہم تصانیف

۱- مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو) ۱۰/روپئے

۲- بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو) ۱۰/روپئے

۳- جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ) ۳/روپئے

۴- ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی) ۲۰/روپئے

۵- رہنمائے طریقت (شریعت وطریقت، تصوف وسلوک، اخلاق حمیدہ ورذیلہ) ۱۰/روپئے

۶- مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا (فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات، عربی) ۵/روپئے

۷- الامامۃ فی الصلاۃ مسائلہا واحکامہا (امامت کے مسائل واحکام، عربی) ۳۰/روپئے

۸- التدخین بین الشرع والطب (تمباکو ونشہ آور چیزیں شریعت وطب کی روشنی میں، عربی) ۲۰/روپئے۔

۹- حیات عبدالرشید (حضرت رائے پوری کے خلیفہ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ کی سوانح حیات) ۵۰/روپئے

۱۰- سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ (حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کے والد ماجد کی سوانح حیات) ۵۰/روپئے

۱۱- تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ (مولانا محمد میاں شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی وناظم اعلی جمعیۃ علماء ہند کے حالات زندگی اور کارنامے) ۵۰/روپئے

۱۲- تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ (مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر حالات زندگی) ۸/روپئے

۱۳- تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ (علامہ ندویؒ کے مختصر حالات زندگی) ۸/روپئے

۱۴- تذکرہ حضرت مدنی (حضرت سید حسین احمد مدنی کے مختصر واہم حالات) ۸/روپئے

۱۵- چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید (چودہ بزرگوں کے حالات) ۳۰/روپئے

۱۶- مقالات ومشاہدات (مختلف موضوعات پر ۲۷/مضامین کا مجموعہ) ۳۰/روپئے

۱۷- مکتوبات اکابر (۲۰/بزرگوں کے خطوط کا مجموعہ) ۳۰/روپئے

۱۸- چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول ۱۰/روپئے

۱۹- خطبات عزیزی (۲۸/تقریروں کا مجموعہ)

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

جائزہ

معاشرتی حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں

مولانا اسرارالحق قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، نئی دہلی

دنیا بھر کے اخلاقی، معاشرتی حالات پر جب نظر دوڑائی جاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسا کہ رواں صدی میں دنیا جرائم کی آماجگاہ بن گئی ہے، جہاں حسن اخلاق اور انسانی اقدار کی گزر نہیں بلکہ موجودہ زمانہ میں اخلاقیات کی باتیں کرنے، روحانیت پر زور دینے اور معاشرتی اصلاح کی بابت غور وفکر کرنے کو تاریک خیالی کہا جاتا ہے، سوچ میں اس حد تک تبدیلی وانحطاط نے اخلاقی بگاڑ اور معاشرتی جرائم کے لیے بہت سی راہیں کھولدی ہیں، یہ صورت حال صرف بیرون دنیا کی نہیں بلکہ ہمارا ملک بھی اسی طرح کی دلدل میں پھنستا چلا جارہا ہے، شاید ہی کوئی ایسی ساعت گزرتی ہو جس میں سنگین نوعیت کے جرائم کی متعدد وارداتیں واقع نہ ہوتی ہوں، قتل کی وارداتیں ہوں یا طلاق وجہیز کی وارداتیں، بچوں پر ہونے والے سنگین مظالم کے واقعات ہوں یا گھریلو تشدد کے واقعات، ایسی خطرناک شکلوں میں سامنے آرہے ہیں کہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

تشویشناک بات یہ ہے کہ مسلم معاشرہ بھی اس طرح کی برائیوں سے محفوظ نہیں ہے اور مسلمانوں کے درمیان بھی خطرناک جرائم کے واقعات میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے، کہیں دولت کے لیے، تو کہیں اپنی چودھراہٹ کے لیے، تو کہیں اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے سخت گناہوں کے ارتکاب کئے جارہے ہیں، کچھ دنوں قبل اتر پردیش کے بلند شہر ضلع میں دو لڑکیوں کی خودکشی کا واقعہ سامنے آیا، خودکشی کی وجہ یہ تھی کہ وہ دونوں لڑکیاں آپس میں شادی کرنا چاہتی تھیں، جس پر لوگوں کو اعتراض تھا، اسی ضلع میں چند دن قبل اسی طرح کا ایک اور واقعہ سامنے آیا جس میں دو مردوں نے آپس میں شادی کی، ان میں سے ایک بیوی بنا اور دوسرا شوہر، بدقسمتی سے یہ دونوں مرد بھی مسلم طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، اگرچہ لوگوں کو ان کی اس حرکت پر زبردست اعتراض ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ آخر اس طرح کے واقعات مسلمانوں کے درمیان کیوں رونما ہورہے ہیں، جن کی نہ دین میں گنجائش ہے اور نہ ہی انسانی نقطہ نظر سے ان کو درست ٹھہرایا جاسکتا ہے۔

مسلم لڑکیوں کو غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ کورٹ میرج کے واقعات میں آئے دن اضافہ ہوتا جارہا ہے، وہ مسلم لڑکیاں جو غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ شادی کررہی ہیں، ان میں تعلیم یافتہ لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہے، اس کے علاوہ اس طرح کی بھی اطلاعات موصول ہورہی ہیں کہ مسلم لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ سیر وتفریح کے لیے سنیما ہالوں، قحبہ خانوں، جوس سینٹروں اور آئس کریم پالروں میں بھی خوشی خوشی جاتی دکھائی دے رہی ہیں، اخبار کی رپورٹ کے مطابق چند ماہ قبل پولس نے نرالہ بازار کے شتیل گیٹ ہاؤس پر چھاپہ مار کر ایک خفیہ قحبہ خانہ کا پردہ فاش کیا، جس میں چار لڑکیوں کو پکڑ لیا گیا، اگرچہ ان چار لڑکیوں میں کوئی مسلم لڑکی نہیں تھی، البتہ وہاں سے پولس کو ٹیلی نمبرات کی جو فہرست ملی، ان میں مسلم لڑکیوں کی بھی خاصی تعداد بتائی گئی تھی، چند ہفتوں قبل یوپی کے ایک قصبہ میں ایک مسلم لڑکی ہندو لڑکے کے ساتھ فرار ہونے کی خبر سامنے آئی، جس پر کافی شور وہنگامہ ہوا، تھانہ پولس بھی ہوئی اور دونوں فرقوں کے مابین حالات کافی کشیدہ ہوئے، اگر حکمت عملی سے کام نہ لیا جاتا تو خوں ریز فساد کی نوبت آسکتی تھی، کسی طرح

لڑکی کو واپس تو لے آیا گیا، مگر لڑکی بیان تبدیل کرنے کے لیے تیار نہیں تھی اور اسی لڑکے کے ساتھ رہنے پر مصر تھی، کئی لوگوں نے اسے دین کے حوالہ سے سمجھانے کی کوشش کی مگر اس پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ ہندو مذہب قبول کرنے پر بھی آمادہ نظر آئی، اس واقعہ سے ایک بات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے معاشرہ کی لڑکیاں اس قدر آزاد خیال اور دین سے لاپرواہ ہوتی جارہی ہیں کہ انہیں دین کے تقاضوں کی چنداں فکر نہیں، یہاں تک کہ اپنی خواہشات کی تکمیل میں اگر دین بھی چلا جائے تو انہیں اس کا بھی ذرہ برابر احساس نہیں، اس حدتک مسلم سماج کی پسماندگی پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے، چند ہفتوں قبل ایک اور سنگین واقعہ سامنے آیا، افسوس کہ اس کا تعلق بھی مسلم معاشرہ کے افراد سے تھا کہ ایک قصبہ کے چند لڑکے ایک لڑکی کو بہلا پھسلا کر کسی ہوٹل میں لے گئے، اور وہاں انہوں نے فحش ویڈیو تیار کیا، تاکہ لڑکی کو بلیک میل کرتے رہیں، خبروں کے مطابق یہ لڑکے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، غور کرنے کا مقام ہے کہ معاشرہ میں کتنے سنگین واقعات جنم لے رہے ہیں۔

اس طرح کے واقعات کسی ایک بستی، علاقہ، ضلع یا صوبہ میں پیش نہیں آتے بلکہ ہر بستی اور علاقہ میں اس طرح کے واقعات معمول سے بن کر رہ گئے ہیں، شہر ہی نہیں بلکہ گاؤں اور قصبوں کے معاشرہ میں بھی اس حدتک تبدیلی آئی ہے کہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے مابین تعلقات ایک وبائی شکل اختیار کرتے جارہے ہیں، چند دہائیوں قبل اگر کسی محلّہ، گاؤں یا قصبہ میں اس طرح کا واقعہ پیش آجاتا تھا تو اس گھر کے تمام افراد کو بڑی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور سب لوگ کف افسوس ملتے نظر آتے تھے، لیکن اب پہلے کی طرح شرمندگی کا اس حدتک احساس نہیں ہوتا، کیونکہ اب یہ واقعات معمول بن گئے ہیں، غالبًا بمشکل کچھ ہی خاندان ایسے ہوں گے جو اس طرح کے واقعات سے پاک ہوں۔

عورتوں کے ساتھ مردوں کے جارحانہ رویہ کی شکایتوں کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے، اسی طرح عورتوں کی اپنے شوہروں کی نافرمانی کے واقعات میں بھی دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے، اب مشکل سے ہی چند فیصد عورتیں ایسی نظر آتی ہیں جو اپنے شوہروں کی خدمت کرتی ہیں اور ان کی فرمانبرداری کو اپنا فرض منصبی سمجھتی ہیں ورنہ تو زیادہ تر خواتین شوہروں کا مقابلہ کرتے دکھائی دیتی ہیں اور بڑی آسانی سے اپنے شوہروں کی باتوں کو نظر انداز کردیتی ہیں، بیویوں کے ذریعہ شوہروں کو پریشان کرنا، ان کو ٹارچر کرنا، فضول اخراجات کی تکمیل کے لیے شوہروں پر رقم لینے کا دباؤ بنانا، شوہروں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنا بھی حیران کن نہیں رہا، افسوس شوہروں کو جن کا اسلام میں بہت بڑا مقام رکھا گیا ہے، ان کے ساتھ نامناسب رویہ ان بیویوں کی طرف سے ہی نہیں دیکھنے میں آتا جو ناخواندہ ہیں بلکہ جدید تعلیم یافتہ خواتین زیادہ اپنے شوہروں کے احساسات سے کھلواڑ کرتی نظر آتی ہیں، گویا کہ کہیں شوہر بیویوں کے ساتھ جارحیت کے ساتھ پیش آرہے ہیں اور کہیں بیویاں شوہروں کی زندگیوں کو مشکل میں ڈالے ہوئے ہیں۔

رپورٹوں کے مطابق بوڑھوں کے ساتھ بھی جرائم کے واقعات میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہورہا ہے، اخلاقی زوال کی وجہ سے نئی نسل اس بات کو بھول گئی ہے کہ بزرگوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جانا چاہئے، بسوں میں عام طور سے دیکھنے کو ملتا ہے کہ ایسے عمر رسیدہ مرد وخواتین کھڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، جن کے قوی جواب دے چکے ہوتے ہیں، اور ان کے لیے چند لمحات بھی کھڑا ہونا بہت مشکل ہوتا ہے جب کہ سیٹوں پر ایسے صحت مند نوجوان بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں جو پورے دن بھی کھڑے رہیں تو انہیں کوئی پریشانی نہ ہو، بسا اوقات بوڑھوں سے بات کرتے ہوئے نوجوانوں کا لہجہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسا کہ وہ ان کا مذاق اڑا رہے ہوں یا انہیں لاچار و مجبور خیال کررہے ہوں، ظاہر سی بات ہے کہ بزرگوں کے لیے نوجوانوں کا یہ انداز تکلیف دہ ہے؛ لیکن انہیں ان کی اس تکلیف کا احساس ہی نہیں ہوتا یا پھر جدید دور میں اس طرح کے احساسات کو ترقی کے منافی سمجھا جاتا ہے، غیر تو

کیا بعض اوقات اپنے بھی بزرگوں کے ساتھ نامناسب سلوک کرتے دکھائی دیتے ہیں، بہت سے لوگ اپنے بوڑھے والدین کے جذبات کا خیال نہیں کرتے، ان کو وہ سہولیات فراہم نہیں کرتے جن کی انہیں ضرورت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے پاس بہت سی سہولیات رکھتے ہیں، کبھی کبھی والدین دووقت کے کھانے کو بھی ترستے نظر آتے ہیں اور کبھی اپنی اولاد سے بات کرنے کو بھی ترستے ہیں، اس طرح کے واقعات امریکہ اور یورپ میں ہی رونما نہیں ہوتے بلکہ خود ہمارے ملک اور مسلم معاشرہ میں بھی کثرت سے واقع ہوتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ بالا واقعات اور جرائم کا تعلق کسی ملک، علاقہ سے نہیں بلکہ جہاں بھی بددینی ہوگی، جہاں بھی مردوزن کے درمیان میں اختلاط ہوگا، جہاں بھی اخلاقی وانسانی قدروں کا گلا گھونٹا جائے گا وہاں اس طرح کے سنگین واقعات پیش آئیں گے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ بڑھتے جرائم چاہے وہ کسی بھی نوعیت کے ہوں ان کے سنگین نتائج کو محسوس کرتے ہوئے ان پر قابو پانے کی کوشش کی جائے، جو جرائم کے سدباب میں جتنا بھی رول ادا کرسکتا ہے، اسے کرنا چاہئے، یہ ذمہ داری سرکاروں پر تو عائد ہوتی ہے ہی مگر معاشرہ کے ذمہ دار وحساس افراد کی بھی ہے، اور یہ ذمہ داری معاشرہ کے ہرفرد کی ہے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، خبردار ہونا چاہئے کہ اگر جرائم کی رفتار پر قابو نہ پایا گیا تو جلد ہی جرائم کی آگ کی لپٹیں اس طرح بنی نوع انسان کا احاطہ کرلیں گی کہ ان سے بچنا دشوار تر ہوجائے گا۔

Files\A002.TIF not found.

وقت کا سب سے بڑا قانون

مثلاً خدانخواستہ اگر کسی گاؤں میں آگ لگ گئی ہو اور تیزی سے پھیل رہی ہو تو آرام سے اس کو بجھانا، چھوٹی شیشیاں اور چھوٹے پیالے لے کر ان میں پانی ڈالنے کے لیے احتیاط سے نل کھولنا اور پھر آگ پر پانی آرام آرام سے ڈالنا، اس سے کام نہیں چلے گا، جب آگ سارے گاؤں کو جلا کر خاکستر بنانے کے لیے تیار ہو اور ایسا نظر آرہا ہو کہ اب چند گھنٹوں میں یہ گاؤں جل کر خاکستر ہوجائے گا، اور مویشی، آدمی، مال اور جان سب کے سب ختم اور جل کر راکھ ہوجائیں گے، تو اس وقت کھانا کھانے والے کھانا چھوڑ دیتے ہیں، اس وقت کھیتی کرنے والے کھیت چھوڑ کر چلے آتے ہیں، اس وقت دکانوں پر بیٹھنے والے دکانوں کو کھلا چھوڑ کر آگ بجھانے کے لیے کود پڑتے ہیں، اس وقت جو ماں اپنے بچوں کو دودھ پلا رہی ہوتی ہے وہ بچوں کو پٹخ دیتی ہے اور دیوانوں کی طرح دوڑ پڑتی ہے، اس وقت بیمار اپنی بیماری کو نہیں دیکھتا، اپنے بستر سے کود کر دوڑ آتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اگر یہ آگ ہمارے گھروں تک پہنچ گئی تو اس چارپائی پر پڑا پڑا جل کر خاک ہوجاؤں گا۔

اس وقت کا سب سے بڑا قانون، اس وقت کا سب سے بڑا اخلاق اور اس وقت کا سب سے بڑا فریضہ یہ ہوتا ہے کہ سارے کام بند کرو اور اس آگ کو بجھاؤ اگر یہ آگ تھوڑی دیر اور رہ گئی تو نہ کتب خانے باقی رہیں گے، نہ مدرسے باقی رہیں گے، نہ خانقاہیں باقی رہیں گے، نہ ہی مسجدیں باقی رہیں گی۔

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی)

نقوش حیات

شیخ الحدیث
حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب نور اللہ مرقدہ
اپنے مکتوبات کے آئینہ میں

محمد مسعود عزیزی ندوی

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور نائب مہتمم حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب کے نام وشخصیت سے واقفیت مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں ہوئی، جہاں پر تمام اکابرین کی خدمت میں خطوط لکھنے اور ان سے دعائیں حاصل کرنے کا جذبہ وشوق پیدا ہو گیا تھا، حضرت شیخ سے بھی اسی وقت واقفیت حاصل ہوئی۔

چنانچہ حضرت شیخ الحدیث کی خدمت بابرکت میں بھی خطوط تحریر کئے اور حضرت شیخ کی طرف سے بھی اہتمام کے ساتھ تقریباً تمام ہی خطوط کے جوابات اس نامہ سیاہ کو موصول ہوئے، جس سے حضرت شیخ کی ذہنی وسعت اور اپنے چھوٹوں پر ان کی شفقتوں اور توجہات کا پتہ چلتا ہے، جو اس راقم آثم کے لیے بھی بڑی سعادت مندی اور خوش قسمتی کی بات ہے۔

حضرت شیخ کے آٹھ خطوط کے جوابات اس وقت اس نامہ سیاہ کے پاس محفوظ ہیں، جن کو اپنے لیے سرمایہ افتخار وسعادت سمجھ کر نقل کیا جا رہا ہے، سب سے پہلے حضرت شیخ کی خدمت میں رائے پور سے ایک خط لکھا جس میں اپنا تعارف کرایا، اور مدرسہ فیض ہدایت رحیمی میں تعلیم حاصل کرنیکی اطلاع دی اور حضرت شیخ سے اپنی محبت کا اظہار کیا، نیز دعاؤں کی درخواست کی، جس پر حضرت شیخ کا یہ جواب شرف صدور لایا:

۱- باسمہ تعالیٰ

از دارالعلوم دیوبند

مکرمی ومحترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج بعافیت ہوں گے، گرامی نامہ نظرنواز ہوا، یادفرمائی کے لیے شکرگذار ہوں، یہ آپ کی دارالعلوم دیوبند سے محبت وعقیدت کی بات ہے، کہ آپ نے یادفرمایا۔

دعاء گو ہوں کہ خدائے تعالیٰ آپ کو اپنی رحمتوں سے نوازے، صحت وعافیت سے رکھے، اور خداوند کریم اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

امید کہ آپ بھی دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں گے۔ والسلام

۱۴۱۴/۶/۱۴ھ

نصیر احمد

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

اس کے تقریباً چھ ماہ بعد جب احقر مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی میں زیر تعلیم تھا، تو ایک خط حضرت شیخ کی خدمت بابرکت میں تحریر کیا، اپنے لیے دعاؤں کی درخواست کی اور تعلیمی شوق ودلچسپی کی جو کیفیت بندہ پر طاری تھی اس کے متعلق تحریر کیا، جس پر حضرت شیخ کا یہ محبت آمیز جواب موصول ہوا:

۲- محترمی مکرمی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ موصول ہوکر کاشف حالات ہوا، دعاء کرتا ہوں حق تعالیٰ آپ کے جملہ مقاصد کو پورا فرمائیں، تحصیل علم میں دلچسپی اور شوق میں ترقی عطا فرما کر علم وعمل کی دولت سے مالا مال فرمائیں۔

اور سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق مرحمت فرمائیں، اور

دین کی اشاعت وتبلیغ کے لیے منتخب فرمائیں۔آمین ثم آمین
اپنی دعاؤں میں بندہ کوضرور شامل فرمائیں۔والسلام

۱۵/۱/۱۴۱۵ھ نصیراحمد

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

اس کے بعد پھر ایک خط رائے بریلی ہی سے حضرت شیخ کی خدمت میں ارسال کیا، جس میں اپنی کتاب ''مختصر تجوید القرآن'' کا تذکرہ کیا، جواس وقت چھپی نہیں تھی، اس کی طباعت ومقبولیت کے لیے بھی دعاء کی درخواست کی، جس پر حضرت کا یہ جواب ملا:

۳- باسمہ تعالی

از دارالعلوم

مکرمی ومحترمی سلام مسنون!

گرامی نامہ نظر نواز ہوا،فن تجوید پر کتاب کے بارے میں علم ہوکرخوشی ہوئی، خداوندکریم آپ کی محنت کوقبولیت عطا فرمائے، اوردارین میں اپنی رحمتوں اورنعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

امید کہ آپ بھی دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں گے۔والسلام

نصیراحمد

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

پھر جب یہ ناکارہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہواتو وہاں سے حضرت شیخ کی خدمت میں ایک عریضہ تحریر کیا، جس میں ندوہ میں داخلہ اوروہاں تعلیم کی کیفیت ومشغولیت کے بارے میں لکھا اور درس وتدریس کے شغل میں مشغول ہونے کے لیےاوراستقامت کے لیے دعاء کی درخواست کی اور حضرت کی خیریت معلوم کی جس پر حضرت والا کا یہ مندرجہ ذیل جواب آیا:

۴- ۷۸۶

از دارالعلوم دیوبند

مکرمی ومحترمی سلام مسنون!

مکتوب نظر نواز ہوا، خیروعافیت معلوم ہوکر مسرت ہوئی ، دعاء گوہوں کہ خدائے رب العزت آپ کومستقل مزاجی کے ساتھ دین کی خدمت کے لیے توفیق عطا فرمائیں اوردرس وتدریس کے تعلق سے اللہ تعالی کی مدد آپ کے ساتھ شامل رہے، آمین

یہاں دارالعلوم میں سب خیریت ہے، بندہ بھی ویسے تو خدا کا شکر ہے کہ بعافیت ہے؛لیکن ادھرسال گزشتہ سے کچھ امراض لاحق ہوگئے ہیں، دارالعلوم اور اس خادم دارالعلوم کو دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔والسلام

نصیراحمد

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

چند ماہ بعد حضرت والا کی خدمت میں ایک خط تحریر کیا، جس میں اپنے لیے دعا کی درخواست کی اوراسی وقت راقم کی کتاب ''مختصر تجوید القرآن'' چھپ کرآئی تھی، جس پر بعض محبین نے مطالبہ کیا تھا کہ مبتدی بچوں کے لیے بھی ایک کتاب لکھی جائے ، چنانچہ اسی وقت ''بچوں کی تمرین التجوید'' کے نام سے ایک کتاب لکھنے کا پروگرام بنایا، ان دونوں کتابوں کی مقبولیت کے لیے بھی دعاؤں کی درخواست کی تھی، نیز یہ بھی تحریر کیا تھا کہ انشاء اللہ سالانہ امتحان کی چھٹیوں میں دیوبند ملاقات کے لیے حاضر ہونا چاہتا ہوں ، جس پر حضرت والا کا یہ گرامی نامہ معزز وممتاز فرما کر موصول ہوا:

۵- ۷۸۶

از دارالعلوم دیوبند

مکرمی ومحترمی سلام مسنون!

امید کہ مزاج بعافیت ہوں گے، یادفرمائی کے لیے شکر گزار ہوں، اوردعاء گوہوں کہ خداوندکریم آپ کواپنے فضل وکرم سے نوازے، اوراپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

جب موقع ہوآپ تشریف لائیں، ملاقات کی مسرت حاصل ہوگی، تجوید سے متعلق دونوں کتب کی مقبولیت کے بارے میں معلوم ہوکر خوشی ہوئی ، اللہ تعالی قبول فرمائے، اورطلبۂ عزیز کے لیے استفادہ کا

ذریعہ بنائے۔آمین

امید کہ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں گے۔والسلام

۱۴۱۶/۶/۶ھ نصیراحمد

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

اس خط کے ایک ڈیڑھ ماہ بعد پھر حضرت شیخ کو ایک خط تحریر کیا، جس میں اپنے تعلیمی منصوبے تحریر کئے، اوران کے پایہ تکمیل تک پہنچنے کے لیے دعاؤں کی درخواست کی، اوراس وقت راقم کی کتاب ''بچوں کی تمرین التجوید'' زیرتصنیف تھی، اس کی تکمیل اور مقبولیت کے لیے بھی دعاؤں کی درخواست کی جس پر یہ گرامی نامہ موصول ہوا:

۶- باسمہ تعالی

مکرمی ومحترمی سلام مسنون!

امید کہ مزاج بعافیت ہوں گے، گرامی نامہ باعث مسرت ہوا، دعا ہے کہ خدائے عزوجل آپ کے ارادہ کو پورا فرمائے اور مذکورہ کتاب بعد تکمیل استفادہ عام کا ذریعہ بنے۔آمین

امید کہ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں گے۔والسلام

۱۴۱۶/۷/۲۵ھ نصیراحمد

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

تقریباً ۸/ماہ بعد پھر حضرت شیخ کو ایک خط لکھا، جس میں اپنے تعلیمی حالات لکھے اور معلوم نہیں اس وقت کیسے حجاز مقدس کے سفر کا پروگرام ذہن میں آ گیا کہ رمضان میں عمرہ کے لئے حجاز کے سفر کا ارادہ ہے، جس کے لئے دعاء کی درخواست کی، تو حضرت شیخ کا یہ مکتوب گرامی موصول ہوا:

۷- باسمہ تعالی

از دارالعلوم دیوبند

مکرمی ومحترمی سلام مسنون!

امید کہ مزاج بعافیت ہوں گے، مکتوب موصول ہوکر حالات کا علم ہوا، دعاء گوہوں کہ خداوندکریم اپنے فضل وکرم سے آپ کو مقاصد حسنہ میں کامیابی عطا فرمائے، اس سال حجاز کے سفر سے متعلق معلوم ہوکر مسرت ہوئی، خداوندکریم اپنے فضل سے مدد فرمائے اورقبولیت عطا فرمائے۔آمین

بحمداللہ یہاں خیریت ہے، دعا فرماتے رہیں۔ والسلام

۱۴۱۷/۴/۲۶ھ نصیراحمد

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

اس کے تین ماہ بعد رجب میں پھر حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ تحریر کیا، جس میں سالانہ امتحان کے عافیت کے ساتھ ہونے اور امتحان میں کامیابی کے لیے دعاء کی درخواست کی اور جملہ احوال سے حضرت شیخ کو مطلع کیا، جس پر حضرت کی جانب سے یہ معزز نامہ موصول ہوا:

۸- باسمہ تعالی

از دارالعلوم دیوبند

مکرمی ومحترمی سلام مسنون!

امید کہ مزاج بعافیت ہوں گے، یادفرمائی کے لیے شکر گزار ہوں، اور دعاء گوہوں کہ خداوندکریم آپ کو امتحان میں کامیابی عطا فرمائے، نیز دین کی خدمت کا زیادہ سے زیادہ موقعہ عطا فرمائے اوردارین میں اپنی نعمتوں سے نوازے، آمین

امید کہ مزاج بعافیت ہوں گے، دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔والسلام

۱۴۱۷/۷/۲۹ھ نصیراحمد

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

اس کے بعد یادنہیں کہ حضرت شیخ کو کوئی خط لکھا یا نہیں، میرے کاغذات میں یہی آٹھ خطوط محفوظ تھے جو یہاں نقل کردئے، البتہ حضرت شیخ سے ملاقات کی ایک خواہش تھی، جودل میں انگڑائیاں لیتی رہی، مگر ''کل شئی مرھون لوقتہ'' کے پیش نظر اس کا موقعہ ۱۱/شعبان ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۵/اگست ۲۰۰۷ء بروز سنیچر اس وقت آیا

جب نامہ سیاہ حضرت شیخ سے ملاقات کے لیے دیوبند گیا، کیونکہ کئی ماہ سے حضرت شیخ سے ملاقات کا اشتیاق بہت بڑھ گیا تھا، اس روز یہ تمنا پوری ہوئی، اگر چہ ملاقات بہت مختصر ہوئی، جوصرف مصافحہ، خیریت وعافیت اوردعاء کی درخواست تک ہی محدود رہی، مگر راقم کو سکون حاصل ہوگیا، دوپہر میں حضرت شیخ کی قیام گاہ پر پہنچے تو شیخ آرام فرما رہے تھے، اپنی بعض کتابیں حضرت کے گھر پہنچادیں، معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز میں بیدار ہوں گے، چنانچہ ظہر پڑھ کر پھر دستک دی، تو حضرت شیخ نکل کر آئے اور ملاقات ہوئی، وہ چونکہ حضرت کی علمی مصروفیت کا وقت تھا، اس لیے وہ فوراً اندر چلے گئے، اور یہ راقم خوشی خوشی اپنے دوسرے کاموں میں مصروف ہوگیا، اس طرح حضرت شیخ سے لمبے عرصے سے ملاقات کی تمنا پوری ہوئی، اللہ تعالی بزرگوں اوراپنے مقبول بندوں کی زیارت کو آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر احمد خاں صاحب ۲۱/ربیع الاول ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۳/دسمبر ۱۹۱۸ء کو موضع بسی ضلع بلندشہر میں پیدا ہوئے، آپ نے قرآن شریف حفظ اورابتدائی دورۂ حدیث تک کی تعلیم مدرسہ منبع العلوم گلاؤٹھی ضلع بلندشہر میں حاصل کی، پھر ۱۳۶۲ھ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اوردوبارہ دورۂ حدیث کیا، فراغت کے بعد سے ہی دارالعلوم دیوبند میں فرائض تدریس انجام دئے، ۶/صفر ۱۳۹۱ھ کو آپ کو دارالعلوم دیوبند کا نائب مہتمم بنایا گیا، جب کہ ۱۳۹۷ھ سے مستقل شیخ الحدیث جیسے منصب عالی پر فائز ہوکر بخاری جلداول کا ۳۳/سال تک درس دیتے رہے، اسی طرح انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں ۶۵/سال کے قریب کامیاب مدرسی کی، بارہ سال تک قائم مقام ''صدر مدرس'' اورسترہ سال تک صدر مدرس رہے، اس کے ساتھ آپ کے اندر حلم وبردباری، تواضع وانکساری، نرم خوئی، خوش اخلاقی اورصلاح وتقوی جیسی صفات عالیہ موجود تھیں، جن کی وجہ سے آپ طلبہ واساتذہ میں محبوب ومقبول شخصیت بن گئے تھے، حضرت شیخ اس طرح اپنی زندگی بھر دین وعلم کی خدمت کرکے ۴/فروری ۲۰۱۰ء جمعرات کی شب میں انتقال فرماگئے، آپ کی نماز جنازہ احاطہ مولسری میں مولانا قاری محمد عثمان صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند نے پڑھائی اور مزار قاسمی میں تدفین عمل میں آئی، اللہ تعالی حضرت شیخ کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، اوراس سیہ کار کو اپنے پاک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁❁❁

غزل

جوبشر ہوگیا ہم نوا آپ کا
وہ تو گائے گا گن برملا آپ کا

آپ تو زر پرستی میں قارون ہیں
ہم غریبوں سے کیا سلسلہ آپ کا

آپ کے ظلم نے دعوتِ فکر دی
زندگی کٹ گئی شکریہ آپ کا

غمزدوں سے محبت نہیں آپ کو
کیسے مولی کرے گا بھلا آپ کا

کوئی خط عافیت کا لکھو کس طرح
ڈائری میں نہیں ہے پتہ آپ کا

آپ کا رعب غالب ہے ہر شخص پر
کیسے کوئی کرے گا گلہ آپ کا

آپ سالکؔ کے ہمدرد ومنصف نہیں
ہے جو راشی وہ ہے دلربا آپ کا

سالک بستوی

جامعۃ الاصلاح بجھابازار، سدھارتھ نگر (یوپی)

فکر امت

ملت کیلئے سوچنا وقت کی اہم ضرورت

مولانا سلمان عبدالصمد ندوی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

یوں تو بلاتفریق مذاہب وملل ہر ایک فرد وبشر کی دیرینہ خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ پرسکون زندگی بسر کرے، امن وآشتی، راحت وآرام اور فرح وانبساط کی فضا میں ہمہ دم اقبال وعروج کے مدارج طے کرے، یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ اس نوع کے مختلف افکار وخیالات کا انسان کی معیت میں سایہ کے مانند رہنا ایک فطری ہی ہے، اب خوف وہراس سے بالاتر ہوکر چین وسکون کے ساتھ زندگی بسر کرنا اس وقت تک محال بلکہ ناممکن ہے تاوقتیکہ ہمارا معاشرہ پرسکون نہ ہو، مرور زمانہ کی قباحتوں اور مختلف النوع برائیوں کی آلودگیوں سے وہ متاثر نہ ہو، اب یہ سوالات معرض وجود میں آئیں گے کہ کون سا وہ ماحول ہے جہاں انسان کے کیف و انبساط اور اس کی خوشیاں دوبالا ہوتی رہیں گی؟ کس معاشرہ کو صالح اور صحتمند معاشرہ قرار دیا جائے؟ کس طرز افکار کے حامل افراد کے اقدامات کو معاشرے کے حق میں خوش آئند اور خوش کن تصور کیا جائے؟ ان سب سوالات کے تشفی بخش جوابات عہدِ نبوی، قبل عہد نبوی اور موجودہ وقت میں موجود ہیں۔

تاریخ اسلام سے قدرے غنیمت واقفیت رکھنے والوں کیلئے یہ بات چنداں تعجب خیز نہیں کہ عہد نبوی میں بھی برائیاں تھیں، شرانگیزیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا، حالات نہایت ناگفتہ بہ اور دگرگوں تھے اور تو اور بعض بعض تو خون کے پیاسے تھے، پھر کیا اسباب ومحرکات ہیں کہ وجہ تخلیق کائنات، امت کے برہان عظیم، فاقہ کش معلم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد نبوی کو سب سے کامل، سب سے افضل، سب سے بہتر عہد قرار دیتے ہوئے "خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم" کا مژدۂ جاں فزا سنایا ہے، تاریخ کی ورق گردانی کریں گے تو یہی حقیقت واضح وبین ہوکر سامنے آئے گی کہ عہد نبوی میں یقیناً برائیاں تھیں، تاہم برائیوں کو برا سمجھا جاتا تھا، اکا دکا اور خال خال نہیں بلکہ بے شمار ایسے افراد تھے جو زندہ دل تھے، ان کی طبیعت برائیوں سے اِبا کرتی تھی، بظاہر بلکہ اغلب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی وجہ سے آپ نے عہد نبوی کو سب سے بہتر عہد قرار دیا، یہی وجہ تو تھی کہ آپ نے قبل عہد نبوی کو عہد نبوی سے افضل وکامل نہیں شمار کیا، اس لئے عہد نبوی میں سکونِ قلب میسر تھا۔

اب رہا ہمارا موجودہ وقت اور موجودہ معاشرہ کہ آیا یہ کیسا ہے؟ اس میں سکونِ قلب میسر نہیں ہے، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کے جہاں بہت سے اسباب وعلل ہیں ان میں سے یہ سرفہرست ہیں، عریانیت و فحاشیت کا لامتناہی سلسلہ ہے، برائیاں اس درجہ عام ہیں کہ برائیوں کو برا سمجھنے والوں کو برا سمجھا جانے لگا ہے، ابن الوقتی اور ظلم وجور کے خوف و ہراس سے کتمان حق کے ایک مہلک اور لاعلاج مرض نے ہمارے اندر اپنا قدم جما لیا ہے، لواطیت جو نہ کہ صرف ایک سنگین جرم ہے بلکہ فعل حرام ہے، یہ آزادی کے در پردہ کی جارہی ہے، یہ تو رہی صرف ایک آزادی، نہ جانے اس نوع کی کتنی آزادیاں ہیں، قوم کی خستگی اور اس کی پسماندگی کے ازالہ کیلئے کوئی سرگرم محرک وفعال شخص نہیں، یہی صورتحال بدستور جاری رہے گی تو بھلا کیسے ہم سکون وچین سے زندگی بسر کریں گے؟ اس کا نتیجہ تو بس یہی برآمد ہوگا کہ منفی فکر کے حامل افراد کے ہاتھوں زمام حکومت ہوگی، بروں کی قیادت ہوگی، بروں کا بول بالا ہوگا، انہیں اقتدار نصیب ہوگا، بفرض محال برائیوں کی آلودگیوں سے متاثر اور تعفن زدہ حالات میں انہیں اقتدار نصیب نہ ہو تو وہ جاہ اقتدار

کی حصول میں کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں، تو ایسے میں ہمارے لئے کیسے ممکن ہے کہ بے خوف وخطر زندگی بسر کریں؟ بس حالات متقاضی اصلاح کے ہیں اور امر بالمعروف ونہی المنکر کے شعلہ سے سردانگیٹھی کو گرمانے کا وقت ہے۔

آپ کے دل میں اصلاح معاشرہ اور اس کی فلاح وبہبود کے تئیں داعیہ اور کڑھن ہو یا نہ ہو، لیکن اب معاشرہ کے حوالہ سے سرگرم ہو جائیں، قوم کے بگڑے حالات کو ساز گار کرنے اور اس کی ناہمواریوں کو ہموار کرنے کیلئے چوبیس گھنٹے میں سے دو چار گھنٹے نہ سہی ایک آدھ گھنٹہ نکال کر تدبر وتفکر کیجئے، اس قسم کے مشورہ پر ضیاع وقت کو لے کر مختلف شکوک وشبہات کا اٹھنا کوئی عجب نہیں کہ جاں بلب معاشرہ کو ایک آدمی کے ایک آدھ گھنٹے کی سوچ سے کیا فائدہ ہوگا؟ یہ صرف اور صرف ضیاع وقت ہی ہے۔

فی الواقع یہ مثالیں افہام وتفہیم میں معاون ثابت ہوں گی، پانی سے بھرا کوئی کٹورا فرج میں رکھتے ہی فی الفور پانی برف نہیں بن جائیگا، یہی حال برف کی سلی کا بھی ہے کہ وہ یکبارگی پانی نہیں ہوجاتی ہے، اسی طرح سونے کو آگ پر پگھلانے کی غرض سے رکھتے ہی ایک دم وہ پگھل نہیں جاتا ہے، بلکہ بتدریج اس کے چند ذرات پگھلتے ہیں، تب کہیں جا کر وہ تمام کے تمام پگھل جاتے ہیں، ان مثالوں سے مطلوب ومقصود صرف یہی ہے کہ ہر متنفس بالخصوص بنی نوع انسانی کا ہر شخص ایک حلقۂ یاراں رکھتا ہے، اس کے چند ہم خیال افراد ایسے ہوتے ہیں جو ان کی ہاں میں ہاں اور نا میں نا کرنے کو تیار رہتے ہیں، ہم بھی انسان ہیں، ہمارے بھی چند قریبی احباب ہونگے جن سے ہم دوسروں کے مقابلہ میں بے تکلف ہوں گے، ان سے راز کی باتیں کرتے ہوں گے، اگر ہم ان سے قومی مسائل پر گفتگو کریں، اصلاح معاشرہ کے تئیں انہیں سرگرم کریں، ہم نے جو سوچا ہے اور امر بالمعروف اور نہی المنکر کے سلسلہ میں جو لائحۂ عمل اور خاکہ اپنے دماغ میں تیار کیا ہے، اس سے انہیں آشنا کریں گے تو یہ ممکن ہے، ہمارے ایک آدھ گھنٹے کی فکر معاشرہ کے حق میں نہایت فائدہ مند ثابت ہو، کیونکہ آخر وہ بھی تو انسان ہیں، ان کا بھی حلقۂ یاراں ہوگا اور ہم شناشوں کا دائرہ بھی، ان سے وہ آپ کے خیالات کے متعلق تذکرہ کریں گے، تو ایسا ہوگا کہ برف کے پگھلنے اور جمنے کے عمل کی طرح آپ کی فکر، آپ کا تیار کردہ لائحۂ عمل یہ نہ کہ صرف ذاتی بلکہ عالمگیر قرار پائے گا، جب یہ ہوگا تو بذات خود معاشرہ کی اصلاح ہوگی، خدا کی غیبی مدد ونصرت شاملِ حال ہوگی؛ کیونکہ خود خدا کا فرمان ہے ”ان تنصر اللّٰہ ینصرکم و یثبت اقدا مکم“ (القرآن) یعنی اگر تم اللہ کے کام کیلئے کمر بستہ رہو گے تو اللہ مدد کریگا اور تمہارے قدموں کو جما دے گا تا کہ تم اپنے مشن میں کامیاب وکامران ہو جاؤ۔

یہاں پر ان حضرات سے چند سوالات کرتے ہیں جو قوم کی حالت زار پر ماتم کناں ہیں کہ کیا آپ نے کبھی اس کا عملی مظاہرہ بھی کیا ہے؟ کیا آپ نے کسی بھی زمانہ میں بے کم وکاست اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت میں سعیٔ پیہم کو اپنایا ہے؟ کیا آپ نے کبھی قومی مسائل پر تدبر وتفکر کیلئے وقت نکالا ہے؟ یا فضول حالات زار پر ماتم کناں ہیں؟ اگر نہیں تو پیش رفت کیجئے، اس کے مفید اثرات چند دنوں میں ہی مرتب ہوتے نظر آئیں گے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا علم بلند کیجئے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہمارا شعار ہے، اسی کی بنیاد پر ہمیں نمایاں وممتاز تمغۂ خیر امت کا ملا ہے، قرآن اس ضمن میں یوں نغمہ سنج ہے ”کنتم خیر امة اخرجت للنا س تا مرون با المعروف و تنهون عـن الـمـنـكـر“ اس لئے تم خیر امت ہو بھلائی کی تلقین کرتے ہو اور منکرات سے روکتے ہو، یہ تو واضح ہوگیا کہ خیر امت کے تئیں ہماری کوئی شناخت اور تمیز ہے تو اسی عمل کی بنیاد پر، ورنہ دوسرے دیگر قوموں سے ہم چنداں مختلف نہیں، اگر اس عمل سے پہلو تہی اختیار کریں تو ہماری کوئی حقیقت نہیں، مندرجہ ذیل مثال سے اس مسئلہ کو سمجھئے کہ اگر ہم اپنے اس مشن میں کھرے اتریں گے تو ہماری کیسی توقیر ہوگی اور برعکس صورت میں کیا حقیقت؟۔

ایک فقہی متفق علیہ مسئلہ ہے، ضابطۂ حیات قرآن میں اس کا صریح

حکم ہے، قرآن کا ذرا بھی فہم رکھنے والا از خود اس مسئلہ کو سمجھ سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ سدھائے ہوئے کتے کا شکار جائز ہے، آیئے ذرا تفصیل سے اس مسئلہ کو لیں۔

کتا ایک نجس جانور ہے، حضرت امام شافعیؒ نے تو اسے نجس العین قرار دیا ہے، ان کے مسلک کے مطابق اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے مٹی اور پانی سے سات مرتبہ دھویا جائے گا، تاہم کسی کتے کو اس درجہ سدھایا یعنی تربیت دی جائے کہ وہ قابلِ شکار ہو جائے، اب اگر اس کتے کو اس کا مالک شکار کیلئے چھوڑے اور وہ شکار کرتا ہوا اپنے مالک کیلئے مکمل شکار لے آئے تو اس کا کھانا از روئے شرع اسلام جائز ہے، اب سوال یہ ہے کہ ایک جانور جو نجس ہے، اس کے شکار کو کھانا کیسے جائز قرار دیا گیا؟ مجموعی طور پر سب سے اہم نکتہ اس میں یہ ہے کہ وہ کتا اپنے مالک کا اس درجہ فرمانبردار ہے کہ مالک نے جس دم جس کام پر معمور کر دیا اس میں محو ہو گیا، اسی حکم بجا آوری کے سبب اس کے شکار کو از روئے شرع اسلام جائز قرار دیا گیا، یہی وجہ تو ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر یعنی بھیجے بغیر وہ لاکھ شکار لے آئے مگر اس کا کھانا حرام ہی ہے، ٹھیک اسی طرح کسی بڑے امر کی بجا آوری کے پیش نظر ہی خیر امت کا ممتاز اور نمایاں تمغہ ہمیں ملا ہے، اس لئے اس میں ہمہ تن مصروف ہونا ہی ہماری کامیابی کا ضامن ہے۔ ❁❁❁

عالمانہ استغناء

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ ایک ہمہ گیر شخصیت اور ایک مصلح انسان و بزرگ تھے، جنھوں نے واقعتہً اپنے دور میں تجدیدی کارنامے انجام دئے ہیں، اور جن کا علمی و روحانی فیض آج پورے برصغیر میں جاری وساری ہے، ایک مرتبہ آپ کو ڈھاکہ (بنگلا دیش) کے مشہور ومعروف نواب سلیم اللہ خان صاحب نے باصرار ڈھاکہ آنے کی دعوت دی، حضرت نے ان کے اصرار پر دعوت کی قبولیت کے لیے چند شرائط لکھ کر بھیج دیئے، جن میں سب سے پہلی شرط یہ تھی کہ کسی قسم کا نقد یا غیر نقد ہدیہ نہ دیا جائے، اس سفر میں نواب صاحب نے تمام شرائط کا خیال رکھا، اتفاق سے کچھ دنوں کے بعد دوبارہ پھر انہی نواب صاحب نے آپ کو دعوت دے کر علماء دیوبند کے ساتھ ڈھاکہ آنے کی دعوت دی، ان حضرات کو کلکتہ ہو کر ڈھاکہ جانا تھا، کلکتہ میں ان کے قیام وطعام کے انتظام کے لیے نواب صاحب نے اپنے ایک دوست کو متعین کر دیا، جب حضرت تھانوی قدس سرہ کلکتہ پہنچے تو نواب صاحب کے دوست نے شایان شان انتظام کیا اور بڑی مسرت وشادمانی کے اظہار کے ساتھ آپ کا شاہانہ استقبال کیا، دوران گفتگو ان رئیس صاحب نے یہ اصرار کیا کہ حضرت ہدیہ نہ قبول کرنے کی شرط واپس لے لیں، حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ: ''یہ کیا ضروری ہے کہ محبوب کو گھر بلا کر ہی ہدیہ دیا جائے، اگر ایسا ہی شوق ہے تو اس کے گھر جا کر، یا گھر بھیج کر بھی ہدیہ دیا جا سکتا ہے''۔

حضرت تھانویؒ رئیس کی اس بات پر رنجیدہ دل اور کبیدہ خاطر ہوئے اور عالمانہ استغناء کا اظہار فرمایا کہ: ''آپ کا خیال ہے کہ آپ لوگ (مالدار حضرات) کنواں ہیں اور ہم پیاسے! اور ہمارے دماغ میں یہ سمایا ہوا ہے کہ ہم کنواں ہیں اور آپ پیاسے! اور اس کی ہمارے پاس دلیل بھی موجود ہے کہ ضرورت کی صرف دو چیزیں ہیں: دین اور دنیا، ان میں ہماری حاجت کی ایک چیز تو آپ کے پاس موجود ہے، یعنی دنیا، تو وہ اللہ تعالی نے بقدر ضرورت ہمیں بھی دے رکھی ہے؛ لیکن آپ کے حاجت کی جو چیز ہمارے پاس ہے یعنی دین، وہ آپ کے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں ہے، اس لیے آپ ہمارے محتاج ہوئے یا ہم آپ کے؟ آپ پیاسے ہوئے اور ہم کنواں ہوئے، یا ہم پیاسے ہوئے''؟ اور یہ فرما کر کلکتہ ہی سے خود اپنے کرایہ سے واپس تھانہ بھون تشریف لے آئے اور ڈھاکہ نہیں گئے اور نواب صاحب اصرار کرتے رہ گئے۔ (اللہ والوں کی مقبولیت کا راز)

حضرت تھانویؒ ایک مرتبہ ایک نواب صاحب کی دعوت پر رام پور قادیانیوں سے مناظرہ کے لیے تشریف لے گئے، واپسی کے وقت نواب صاحب نے حضرت کو کرایہ سے کچھ زائد رقم دینی چاہی، تو آپ نے یہ کہہ کر رقم واپس کر دی کہ ''ریاست کو بیت المال سے زائد از ضرورت صرف کرنے کا شرعاً اختیار نہیں ہے''۔ (بیس بڑے مسلمان صفحہ ۳۴۶)

پیش کردہ: (عبدالستار عزیزی)

شخصیات

مولانا شیروانی
ایک جامع کمالات شخصیت

مولانا مفتی رحمت اللہ ندوی نیپالی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مولانا شیروانی ہمارے ان قابل فخر علماء ومشائخ میں سے ہیں، جنھوں نے اپنی پوری زندگی خدمت دین کے لیے وقف کردی تھی، ان کی ایسی خدمات جلیلہ ہیں جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی، انہوں نے اپنی یادوں کی ایسی مہک چھوڑی ہے جو صدیوں کو معطر کئے دے رہی ہے، اور چمن عالم ان کی خوشبو سے مشکبار اور ہزاروں نفوس ان کی یادوں سے معمور وسرشار ہیں۔

ملت اسلامیہ ہند نے جو چند یکتا ویگانۂ روزگار اشخاص پیدا کئے تھے، جو ہر حیثیت سے بے نظیر وبے مثال کہے جاسکتے تھے، ان میں ایک شخصیت مولانا شیروانی کی بھی تھی، جو علی گڈھ کے رئیس اور حیدر آباد دکن کے صدرالصدور امور مذہبی تھے، ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے رکن رکین بلکہ صدر نشین اور اس کے بانیوں میں تھے، صورتاً وسیرتاً متشرع، ثقہ وسنجیدہ بزرگ اور عالم دین تھے، بقول مولانا دریابادی:

’’حسن مردانہ کا نمونہ، چہرہ پر شرافت برستی ہوئی، متانت بلائیں لیتی ہوئی، کشیدہ قامت، دلکش شخصیت، واضع اور صاف لہجہ وآواز، عالی نسبی، توازن واعتدال، خودداری وخوداعتمادی کے مالک تھے۔

مفکر اسلام مولانا علی میاں ندویؒ نے ۱۹۲۵ء میں ندوۃ العلماء کے سالانہ اجلاس کی صدارت کے موقع پر مولانا شیروانی کی پہلی زیارت کا تأثر یوں قلم بند کیا ہے:

’’اسٹیج پر بیٹھے ہوئے ایک بزرگ کے چہرہ پر میری توجہ مرکوز ہوکر رہ گئی جن کے حسن وجمال وقار اور رکھ رکھاؤ، لباس کی پاکیزگی اور زیبائی کا نمونہ میری نظر سے اس وقت تک نہیں گزرا تھا، اس شخصیت میں علماء کی تمکنت اور قدیم رؤساء کی نستعلیقی اور وجاہت اس طرح جمع نظر آئی کہ گویا وہ کسی اسلامی مملکت کا کوئی فاضل بادشاہ اور سربراہ ہے، مجھے ایسا محسوس ہوا کہ خود منصب صدارت کی ان سے عزت افزائی ہورہی ہے‘‘۔ (پرانے چراغ صفحہ ۲۳ رجلد ۲)

یاد رہے یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ مولانا علی میاں صاحب کی عمر دس سال کی تھی، مولانا شیروانی کی مثال اور ہمہ گیر شخصیت جن عناصر سے تشکیل پائی تھی وہ چار ہیں:

(۱) علم (۲) تقوی (۳) امارت (۴) ذوق کی نفاست

وہ بلاشبہ ان محاسن وفضائل کا ایک دلکش مرقع اور ایک پاکیزہ گلدستہ بن گئے تھے، شخصیت کا کمال اعتدال ہے، دنیا میں یک رخی شخصیتیں بہت عام ہیں لیکن جامعیت، توازن اور اعتدال بہت کم شخصیتوں میں پایا جاتا ہے، مختلف الجہات اور متضاد تعلقات، اجتماع ضدین یا مجموعہ اضداد ہونا کوئی کمال نہیں بلکہ محاسن اور فضائل کے بکھرے موتیوں سے ایک ’’عقد گہر‘‘ بن جانا یا گل ہائے پریشاں کا گلدستہ بن جانا اصل کمال ہے، جس طرح کائنات میں کثرت کے ساتھ ایک وحدت بھی ہے، اسی طرح انسان میں مختلف جذبات واحساسات کے درمیان ہیئت اجتماعیہ بھی ہے، مولانا شیروانی کی شخصیت کا حسن اس کی جامعیت میں تھا۔

مولانا شیروانی جامعیت، اعتدال وتوازن اور وسیع ومتنوع ثقافت کا مظہر کامل تھے، یہی ان کی امتیازی شان بلکہ شناخت وپہچان تھی، بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: ’’یہ کہنے کی جرأت کی جاتی ہے کہ

نواب صاحب کی سی جامعیت اور وسیع ومتنوع ثقافت کا آدمی نظر نہیں پڑا''۔(پرانے چراغ صفحہ۲۹،جلد۲)

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:''میں نے اپنے طویل سفروں اور لوگوں سے تعلقات میں ہر طرح کے اہل کمال دیکھے ہیں، میں نے اہل علم کو بھی دیکھا، اہل دین کو بھی دیکھا، ادیبوں اور شاعروں سے بھی ملا؛ لیکن میں نے ان جیسا متضاد صفات کا جامع اور متنوع شخصیت کا حامل نہیں دیکھا، وہ حلقۂ امراء میں امیر، دبستان ادباء میں ادیب، طبقۂ شعراء میں شاعر، مصنفین کی دنیا میں مصنف، ناقدوں کی صف میں ناقد ومبصر اور ماہرین تعلیم کی محفل میں ایک ماہر تعلیم تھے اور جب کسی مجلس میں یہ سب جمع ہوتے تو وہ صدر محفل اور شمع انجمن ہوتے اور لوگ پروانہ وار انہیں گھیر لیتے، ان سے رجوع کرتے اور میر مجلس بناتے''۔

یہی جامعیت تھی جو ان کی شخصیت کے لیے بڑا حجاب بن گئی اور اس نے ان کی بہت سی کمالات پر پردہ ڈال دیا، اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ عہد ماضی میں بھی یہ سانحہ متعدد باکمال شخصیتوں کے ساتھ پیش آیا ہے اور ان کے ساتھ اچھے اچھے صاحب نظر مؤرخ انصاف نہیں کرسکے، کیونکہ معاصرین کی نگاہ اور مؤرخین کا قلم ہمیشہ سے اپنے ممدوح کو کسی ایک خانہ میں فٹ کرنے اور اہل کمال کی کسی ایک صف میں جگہ دینے کا عادی رہا ہے جب کہ ان کی شخصیت مختلف خانوں میں جگہ پانے اور اہل کمال کی ہر صف کی زینت بننے کی اہلیت رکھتی ہے۔

دراصل نواب صاحب کی امارت وریاست، ان کی عالمانہ حیثیت کے لیے حجاب بن گئی، اگر وہ خاندانی رئیس نہ ہوتے اور طبقۂ امراء میں ان کا شمار نہ ہوتا تو ہندوستان کے نہایت ممتاز علماء کی صف اول میں جگہ پاتے۔

ڈاکٹر شمس تبریز صاحب لکھتے ہیں:''مولانا شیروانی کی جامعیت کا یہ کمال تھا کہ ذہن ان کو فضل وکمال کے کسی ایک خانہ میں نہیں رکھ پاتا تھا، اور ان کی شخصیت کثیر الجہات ہونے کی وجہ سے اپنی معاصر شخصیتوں میں ممتاز ومنفرد نظر آتی تھی''۔(صدر یار جنگ)

آگے مزید لکھتے ہیں:''وہ بیک وقت صاحب طرز ادیب وانشاء پرداز، محقق ونقاد، صوفی باصفا، عالم باعمل اور امیر کبیر وصاحب ریاست تھے، ان کے مخصوص طرز واسلوب کی شہادت ان کی کتابوں اور مقالات سے مل سکے گی، ان کے علم وفضل کی گواہی مولانا شبلی ومولانا حالی، اکبر واقبال اور مولانا ابوالکلام آزاد ومولانا سید سلیمان ندوی جیسے لوگوں نے دی ہے، ان کا اعتراف ان کے تمام معاصر حلقوں میں کیا گیا''۔

''ہندوستانی مسلمانوں کی بڑی شخصیتوں میں وسیع ثقافت وجامعیت کے اعتبار سے بہت کم ایسی ہوں گی جو مولانا شیروانی کی ہم پایہ ہوسکتی ہوں، ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی کے ہر میدان اور فکر وعمل کے ہر جادہ میں ان کے نقش قدم سنگ میل کی طرح پھیلے ہوئے ہیں اور ان کے ہمہ جہت کارنامے آج بھی ملت کے لیے منارہ نور بن کر روشنی کا سامان کررہے ہیں، علم وفن، شعروادب، مذہب وتصوف، فکر ونظر، سیاست ومعاشرت کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر ان کی جامع الجہات ہستی کی چھاپ نہ لگی ہوئی ہو''۔

نواب صدر یار جنگ مشرقی روایات اور قدیم تہذیب ووضعداری کا نمونہ اور ہندوستانی تہذیب وثقافت کا مجموعۂ محاسن تھے، بقول مولانا علی میاں ندوی:''جو غالباً اپنی پختگی، توازن اور جامعیت کے لحاظ سے ان ہی پر ختم ہوگئی''۔

مولانا شیروانی کی شخصیت علم وفن سے زیادہ دلچسپ ودلآویز تھی، جو اپنے زمانہ میں برگزیدہ قدروں کی پناہ گاہ اور ان کا چلتا پھرتا نمونہ کہی جاسکتی تھی، محفل دوشیں کی بہت سی روایات وحکایات ان سے زندہ تھیں، ایام گزشتہ وبزم رفتہ کے خوشگوار لمحات وواردات حال کے واقعات بن گئے تھے۔

ان کی شخصیت کا ایک اہم پہلو ان کی متانت اور مزاج کا دھیما پن تھا، وہ خاموش کارناموں کے زیادہ قائل تھے، نام ونمود، تشہیر ونمائش، شان اور تعلّی، آن بان اور تڑک بھڑک، ہنگامہ آرائی اور بلند بانگ

دعووں سے انہیں دور کا بھی واسطہ نہ تھا، وہ ملی زندگی کی حرکت وحرارت کے لیے انگاروں کی طرح بھڑکتے نہیں تھے، بلکہ آتشیں مجمر کی طرح سلگتے تھے، ان کی رفتار میں طوفانوں اور آبشاروں کی تیزی نہیں، بلکہ شفاف چشموں اور جوئباروں کی سی روانی اور سبک گامی تھی، ان کے طریقہ کار میں پرشور ہواؤں کا انداز نہیں، نسیم وصبا کی نرمی اور خوش خرامی تھی۔

مولانا علی میاں ندوی مولانا شیروانی کی عقیدت ومحبت میں سرشار اوران کی مدح وتوصیف میں رطب اللسان نظر آتے تھے، چنانچہ انہوں نے پرانے چراغ حصہ دوم میں ''ہندوستان کے چند اہل کمال ومشاہیر رجال'' کے عنوان سے نواب صاحب پر دل کھول کر لکھا اور خوب لکھا۔

مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی کتاب ''وفیات ماجدی'' میں علماء کرام اور بزرگان طریقت کے تحت ان کا ذکر جمیل کیا اوران کی یادوں کے حسین لمحات کا گلدستہ سجا کر قارئین کے سامنے پیش کردیا ہے، اپنے تعارف وتعلق کی داستان اپنے اچھوتے انداز، نرالے طرز اور البیلے اسلوب میں مزے لے لے کر سنائی ہے۔

چنانچہ مولانا دریا آبادیؒ اپنے مضمون شیروانی صاحب کی شخصیت وجامعیت کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں: ''گفتگو بڑی پرلطف ہوتی اور پرمغز بھی، علمی، ادبی، شعری، مذہبی، سیاسی، تعلیمی، جو موضوع چاہئے چھیڑ دیجئے اور گھنٹوں اس مجلس سے سیری نہ ہوگی، اللہ تعالی نے رئیس ہونے کے ساتھ دل کا رئیس بھی بنایا تھا، کھاتے پیتے تو خوب تھے، کھلانے کا ذوق بھی خوب رکھتے تھے''۔

اپنے مضمون کے اختتام پر لکھتے ہیں: ''مسلم یونیورسٹی کی دینیت کے حق میں وہ ایک ستون مستحکم تھے اور ملت کے سامنے ان کی تحریریں اردو میں ادب صالح کا ایک کامل ترین نمونہ تھیں، اب ایسی جامع شخصیت ڈھونڈنے سے بھی کہاں نظر آئیں گے ''کل من علیہا فان'' سیکڑوں بار کی طرح ایک بار پھر پڑھ کر دل تھام لیجئے۔

مولانا شیروانی کے اندر اللہ تعالی نے بیشمار اوصاف وکمالات، امتیازات وخصوصیات ودیعت کی تھی، وہ ایک ایسے خطیب تھے جن میں خطابت کے بیشتر خصوصیات وشرائط جمع ہوگئی تھیں، بلاشبہ انھیں مثالی خطیب کے طور پر پیش کیا جاسکتا تھا، وہ اپنی خطابت سے لوگوں کا دل جیت لیتے اور جادو بیانی سے قلب ونظر میں سما جاتے۔

وہ صف اول کے ادیبوں میں تھے، اور اردو کے صاحب طرز انشاء پرداز تھے، ان کے اسلوب کا جوہر، تھوڑے الفاظ میں بڑے بڑے مطالب ادا کردینا تھا، ان کی تاریخ نگاری میں بھی ایک ادبی شان تھی، خوبصورت فارسی ترکیبیں نادر پیرایۂ بیان میں ادا کرتے، ادبی وتاریخی کتابوں پر ان کے مقدمے، ندوۃ العلماء کے جلسوں کے خطبے، اردو کانفرنس لاہور، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی تقریریں ادب عالی اور انشاء بلیغ کی بہترین مثال ہیں۔

علوم عقلیہ ودینیہ اور شعروادب کی تعلیم ان فنون کے کامل اساتذہ سے حاصل کی تھی اور تکمیل اپنے عصر کے استاذ العلماء بلکہ استاد الکل مولانا مفتی لطف اللہ صاحب علی گڑھی سے کی تھی، دینی ودنیوی دونوں طرح کی ریاست وامارت کے جامع تھے۔

ایک بڑے مؤرخ اور قدیم ماخذوں پر گہری نظر رکھنے والے تھے اور علوم وادب کی پیش رفت سے برابر تعلق قائم رکھتے تھے۔

ہندوستان کے آخری فارسی داں ادیبوں میں تھے، جب کہ ہندوستان میں فارسی کا ذوق اور فارسی زبان وادب اپنی زندگی کے آخری منزل میں تھے، وہ فارسی میں استادانہ اشعار بھی کہتے تھے اور فارسی کے مشاہیر شعراء کے منتخب اشعار انہیں نوک زبان رہتے تھے، اساتذہ کی فارسی کی غزلیات وقصائد کے دلکش حصوں کے انتخاب میں ان کا ذوق بہت بلند اوران کی نظر بڑی ناقدانہ ومبصرانہ تھی، فارسی ادب کے اس ذوق وکمال میں ان کے کم عمر دوست مولانا ابوالکلام آزاد کے سوا ان کا کوئی سہیم وشریک نہ تھا۔

مولانا شیروانی نے صرف انہی علمی کمالات پر قناعت اور اکتفا نہیں

کیا، بلکہ علم وفن کے پہلو بہ پہلو ایمان واحسان کے ذریعہ اپنی باطنی دنیا بھی آباد کی، اپنے عزیز اوقات کو اللہ کے ذکر سے معمور کیا اور اس طرح دین ودنیا کی حسنات کو جمع کرنے کی بھی بھر پور کوشش کی۔

ایام جوانی ہی میں اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے تعلق پیدا کیا اور ان کی صحبت ومعرفت سے فیض پایا اور عمر بھر اس کا دم بھرتے رہے، نماز باجماعت کا اہتمام تھا، نوافل کی پابندی تھی، سفر وحضر میں معمولات ووظائف میں کوئی فرق نہ آتا تھا، وہ ایک دردآشنا، صاحب دل، روشن ضمیر اور صاحب باطن شخص تھے، جس کا ثبوت ان کی زندگی کی بے نظیر استقامت اور ان کے سفرنامہ حجاز کی سطر سطر سے ملتا ہے، اور جس کی شہادت ان کے زمانہ کے بعض ممتاز ترین اہل نظر اور اصحاب باطن نے دی ہے، حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی نے ایک موقع پر مولانا علی میاں ندوی سے فرمایا ''مولوی حبیب الرحمٰن خاں شیروانی اہل اللہ میں سے ہیں''۔

معاصرانہ منافرت اور چشمک مشہور ہے، عربی کا مقولہ ہے ''المعاصرة سبب المنافرة''، جس طرح گھر والی شوہر کے کارناموں اور خوبیوں کی قائل اور معترف نہیں ہوتی اسی طرح ایک معاصر دوسرے معاصر کی صلاحیتوں اور لیاقتوں کا اعتراف نہیں کرتا؛ لیکن نواب صاحب کے احباب ومعاصرین نے کھلے دل آپ کی جامعیت وکمالات کا اعتراف بھی کیا ہے اور اس کی شہادت بھی دی ہے۔

ابن خلکان ہند اور نامور مؤرخ علامہ عبدالحئی حسنیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''نزہۃ الخواطر'' میں لکھا ہے:

"ولہ مکارم وفضائل وحسن خلق، واشتغال بالعلوم والعبادات والقیام بوظائف الطاعات، وقضاء حوائج المحتاجین، والسعی فی صلاح المسلمین قلمایقدر علی القیام بہ غیرہ"۔ (نزہۃ الخواطر صفحہ ۱۱۲/ جلد ۸)

مکارم وفضائل، حسن خلق اور علم وعبادت کا اشتغال، محتاجوں کی خبر گیری، مسلمانوں کے لیے فکرمندی میں ان جیسا شخص مشکل سے ملے گا۔

اس پر ان کے قابل فخر فرزند مفکر اسلام مولانا سید علی میاں ندوی نے یہ اضافہ فرمایا ہے: "وبالجملة کان من نوادر العصر ومحاسن الدھر، في الجمع بین الفضائل المتشتة والمحاسن المتنوعة دین متین لامغمزفیه وھمة عالیة لاقصورفیھا وذوق أصیل فی الأدب والشعر لاتکلف فیه، سلامة ذھن وحصانة رأی وقوة إرادة وحسن إرادة وحلاوة منطق ونزاھة لسان قد جمع بین الرئاستین وفاز بالحسنیین"۔

مجموعی طور پر یگانہ روزگار شخصیت کے مالک تھے، اس ایک شخصیت میں متنوع اور مختلف خصوصیات کا بڑا نادر اجتماع ہو گیا تھا، دین متین کی شدید پابندی، عالی حوصلگی، شعر وادب کا نہایت پاکیزہ اور فطری ذوق، سلامت ذہن اور اصابت رائے، قوت ارادی، حسن انتظام، شیریں کلام اور زبان کی پاکیزگی، غرض طرح طرح کی عزتیں اور فضیلتیں آپ کو حاصل تھیں۔

ممتاز مؤرخ ومفسر اور سیرت نگار نبوی علامہ سید سلیمان ندوی نے کیا خوب لکھا ہے: ''مرحوم اپنے دور کے خاتم تھے، اب اس جو ہر شرافت کا نمونہ کبھی دیکھنے میں نہ آئے گا، اب گلستاں کا رنگ اور ہے، چاردانگ میں ہوائیں اور رسمت کی چل رہی ہیں، اب ریاست اور ریاست کے ساتھ کمالات وفضائل کا یہ اجتماع گذشتہ تاریخ کا ورق بن کر رہ جائے گا، مگر انشاء اللہ یہ ورق یادگار رہے گا۔ (صدر یار جنگ)

مشہور سوانح نگار، محقق ومدقق علامہ مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے: ''ان کی زندگی کے مختلف شعبے اپنے اپنے حدود میں اس خوبی کے ساتھ محدود تھے کہ خلط مبحث کی صورت ہی کبھی پیش نہ آتی تھی''۔

علم ودولت کی دشمنی مشہور ہے اور پھر ان کے ساتھ تقویٰ وطہارت تو شاذونادر ہی کہیں جمع ہوتے ہیں، پھر ایک طرف انتظام ریاست میں اگر کامل توجہ تھی تو دوسری طرف علمی اشتغال اور مطالعہ کا انہماک بھی بڑھا ہوا تھا۔

تقوی اور پاکی نفس، ذات نبوی سے عشق وتعلق، حرمین سے تعلق

خاطر، علمائے دین سے محبت، دینی امور کا احترام، مزاج میں اسلامیت، امانت ودیانت، خودداری اورعزت نفس، سرکاری خطابات سے پرہیز، اسلامی غیرت ودینی حمیت، مسلم تاریخ سے دلچسپی، آزادیٔ ہند اور انگریز بیزاری، اسلامی سیاست، عالم اسلام سے تعلق، ہندوؤں سے رواداری وتعلق اوراندرون خانہ شفقت پدری، صلہ رحمی، خردنوازی، حلم واستقلال اور صلح پسندی وغیرہ وغیرہ، جیسے اخلاق وعادات، فضائل وکمالات، آپ کی زندگی کی اہم سرخیاں ہیں، جن میں سے ہرایک پر پوراپورا مقالہ تیار ہوسکتا ہے، سچ ہے:

بہت لگتا تھا دل محفل میں ان کی
وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھے

بساط تحریر لپیٹنے اورقلم رکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں چند شخصیات کے ''اعترافات وپیغامات'' مختصراً نقل کردئے جائیں۔

(۱) نواب صاحب مرحوم دینداری اور زہد وتقوی کا ایک مرقع تھے، آپ کے اخلاق کریمانہ، آپ کا علم وفضل، آپ کی وجاہت، یہ سب باتیں ایسی تھیں جوکبھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔

(ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنیؒ)

(۲) مرحوم کی ذات گرامی ایسے گوناگوں اوصاف وخصوصیات کی جامع تھی کہ ایسے نمونے اب دیکھنے میں نہ آئیں گے، بلکہ وہ اپنے زمانہ میں بھی ان اوصاف میں منفرد تھے، ان کی وفات سے فضل وکمال، علم دوستی وعلم نوازی، تقوی ودیانت، تہذیب وشرافت، سیرت کی استواری ووضعداری کی جامعیت کا خاتمہ ہوگیا۔

(مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی)

(۳) ایسی باوضع ہستیوں کوکہاں ڈھونڈیں جوعلم ودین، تقوی اور پرہیزگاری، شعروادب اورخدمت ملت کی جامع ہوں۔

(مولانا عبدالمجید سالک)

(۴) نواب صاحب مرحوم اپنی گوناگوں خصوصیات اورمختلف حیثیات میں ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے۔

(ڈاکٹر ذاکرحسین)

(۵) مرحوم ایک بڑی ممتاز یگانہ ہستی کے مالک تھے، پرانی روایات اورعلم وادب، اسلامی ذوق کی آخری یادگاروں میں تھے۔

(نواب محمد اسماعیل خاں)

(۶) ایسا جامع محاسن انسان آئے دن نہیں پیدا ہوتا۔

(سید غلام بھیک نرنگ)

اپنے تو اپنے غیروں نے بھی آپ کی جامعیت وکمالات کی شہادت دی ہے، جناب مالک رام کہتے ہیں کہ اس قحط الرجال کے دور میں ایسی جامع اور ہمہ گیر ہستیاں کہاں ملتی ہیں۔

مہاراجہ کشن پرشاد کہتے ہیں کہ بھگوان نے آپ کوخیرمجسم بنایا ہے، آپ کوتعریف ہی کا مستحق گردانا ہے، آپ کے اخلاق مروت، مہمان نوازی اورغربا کی دستگیری مشہور ہے۔

اکیلا ہوں مگر آباد کردیتا ہوں ویرانہ
بہت روئے گی مرے بعد میری شام تنہائی

بکھرے موتی

اپنے کسی بھائی کومشکل میں دیکھ کرخوش مت ہو، ممکن ہے اللہ اسے مشکل سے نکال کرتمہیں مشکل میں ڈال دے۔ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

وہ کبھی بھی مطمئن اورقانع نہیں ہوسکتا، جوحاجات زندگی کے علاوہ بھی اوردوسری چیزوں کی حرص رکھے۔ (حضرت ادریسؑ)

ہرایک چیز کی زکوۃ ہے اورعقل کی زکوۃ یہ ہے کہ نادانوں کی بات پرتحمل کیا جائے۔ (حضرت علیؓ)

خودکوایسا ہی ظاہر کروجیسے تم ہو، یا ویسے بن جاؤ جیسا خودکوظاہر کرتے ہو۔ (بایزید بسطامیؒ)

قیدی وہ ہے جس کا دل اس کے پروردگار کی طرف سے بند ہوجائے اور قیدوہ ہے جسے خواہشات ہرطرف سے گھیرلیں۔ (علامہ ابن تیمیہؒ)

جب نیک اوربدسب گزرجاتے ہیں، توبہتر ہے کہ تیرا نام نیکی سے زندہ رہے۔ (امیرخسروؒ)

﴿پیش کردہ: ماسٹر ظاہر حسن﴾

غور وفکر

پہلی قسط

دنیا اور آخرت میں گناہوں کی سخت سزائیں

مولانا محمد حذیفہ غلام وستانوی جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر

اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل فرمائی اس میں مادی وروحانی اشیاء کی حقیقتوں کو بیان کیا، ان کے احکام کو بیان کیا، اور ساتھ ہی ساتھ انجام کو بھی بیان کر دیا، اور یہ اللہ کے علاوہ کسی کے بس میں نہیں کہ مادی و روحانی کے حقائق قطعیہ کو بیان کرے اور اس کے نتیجہ میں دنیا وآخرت میں پیش آنے والے اچھے یا برے انجام کو بھی بیان کرے، اس لیے کہ ان امور کے لیے علمِ محیط، بصارت وبصیرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ، قدرتِ تامہ جیسے عظیم اوصاف کا ہونا ضروری ہے اور یہ اوصاف صرف اور صرف ایک ذات یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ میں بیک وقت یا اس جیسے بے شمار اوصاف اپنی کاملیت کے ساتھ پائے جاتے ہیں، تو آیئے ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں گناہ کے انجام کو جاننے کی کوشش کریں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج کل لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ دنیا دار العمل اور آخرت دار الجزاء ہے، لہٰذا اچھائی برائی کی جزاء وہیں ہوگی، دنیا میں اس سے کچھ نہیں ہوتا، حالانکہ یہ سوچ بالکل بے بنیاد اور حقیقت واقعہ سے عاری ہے، کیونکہ یہ مشاہدہ ہے اور تاریخ اس پر شاہد عدل ہے کہ برائی کا انجام بہرحال برا ہوتا ہے۔ (مستفاد: جزاء الاعمال مع ترمیم واضافہ)

تو آیئے سب سے پہلے گناہ کی تعریف اور اس کے اقسام اور گناہ کرنے کے اسباب کو معلوم کریں، اور اخیر میں دنیا اور آخرت میں گناہ کے اثرات اور نقصانات کو واضح کریں گے۔ انشاء اللہ

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں گناہ کے لیے متعدد الفاظ استعمال کیے گئے ہیں مثلاً:

(١)السيئة (٢)الخطيئة (٣)الذنب (٤)الإثم (٥)المعصية (٦)الفسق (٧)الحوب (٨) الغشاء۔

امام بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ جو کام بالذات مقصود ہو اس میں کوتاہی کو ''سیئۃ'' کہتے ہیں اور جو بالذات مقصود نہ ہو بلکہ عرض اور واسطے کے قبیل سے ہو، اس کوتاہی کو ''خطیئۃ'' کہتے ہیں۔

الذنب کہتے ہیں دُم کو، گناہ کا انجام بھی اچھا نہیں ہوتا، لہٰذا گناہ کو بھی ذنب کہا جاتا ہے۔

''اثم'' کے معنی ہے کارِ ثواب کے کرنے میں سستی سے کام لینا اور انسان گناہ کرتا ہے تو کارِ ثواب سے غافل ہو جاتا ہے، اس لیے گناہ کو ''اثم'' کہتے ہیں۔

''معصیۃ'' کے معنی، نافرمانی اور مخالفت کرنا، گناہ میں بھی بندہ اپنے رب کی مخالفت کرتا ہے، اس لیے اسے معصیت کہا جاتا ہے۔

گناہ کی عام تعریف:

اللہ اور رسول نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے، انہیں نہ کرنا؛ اور جن کے کرنے سے روکا ہے انہیں کرنا یہ ہے گناہ۔

اس تعریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر وہ قول، فعل یا عمل جس کے کرنے کا اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہوا سے نہ کرنا اور جس کے کرنے سے روکا ہوا سے کرنا یہ تعریف عام ہے، کبیرہ وصغیرہ دونوں کو شامل ہے، اب ہم گناہ کی تقسیم اور گناہِ کبیرہ وصغیرہ کی تعریف کرتے ہیں۔

گناہ کی دو قسمیں ہیں:

گناہ کبیرہ: ہر وہ کام یا نافرمانی جس کے بارے میں شریعت کی

جانب سے قباحت یا لعنت اور وعید شدید وارد ہوتی ہو، وہ کبیر ہے مثلاً:

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔

(۲) جادو کا عمل کرنا کرانا۔

(۳) ناحق قتل کرنا۔

(۴) سود کھانا کھلانا یا اس پر گواہ بننا۔

(۵) یتیم کا مال کھانا۔

(۶) والدین کی نافرمانی کرنا۔

(۷) زکوٰۃ نہ دینا۔

(۸) عمداً رمضان کا روزہ نہ رکھنا۔

(۹) قدرت کے باوجود حج نہ کرنا۔

(۱۰) زنا کرنا یا اغلام بازی کرنا۔

(۱۱) رشتہ داروں کے ساتھ برا سلوک کرنا۔

(۱۲) تکبر کرنا۔

(۱۳) شراب پینا۔

(۱۴) جوا کھیلنا۔

(۱۵) چوری کرنا۔

(۱۶) جھوٹی قسم کھانا۔

(۱۷) رشوت کھانا۔

(۱۸) جھوٹ بولنا۔

(۱۹) ناحق کسی کو ستانا۔

(۲۰) مردوں کا عورت کی مشابہت اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا۔

(۲۱) پیشاب کے قطرے سے اجتناب نہ کرنا۔

(۲۲) فرض و واجب نماز کو ترک کرنا۔

(۲۳) چغل خوری کرنا۔

(۲۴) تقدیر کا انکار کرنا۔

(۲۵) بدفالی لینا۔

(۲۶) ذی روح کی تصاویر لینا۔

(۲۷) نوحہ کرنا، سرکشی کرنا۔

(۲۸) کمزوروں کو ناحق مارنا، مثلاً بیوی بچے اور جانوروں کو۔

(۲۹) پڑوسی کو ستانا۔

(۳۰) ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا۔

(۳۱) مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا۔

(۳۲) سونے چاندی کے برتن میں کھانا اور پینا۔

(۳۳) مرد کا سونا یا ریشم زیب تن کرنا۔

(۳۴) لڑائی جھگڑا کرنا۔

(۳۵) دھوکہ بازی کرنا۔

(۳۶) صحابہ کو برا بھلا کہنا۔

(۳۷) خیانت کرنا۔

(۳۸) ناحق کسی پر لعن طعن کرنا۔

(۳۹) بے وفائی اور وعدہ خلافی کرنا۔

(۴۱) ناپ تول میں کمی زیادتی کرنا۔

(۴۲) عورتوں کا بال کٹوانا۔

(۴۳) مصیبت پر واویلا مچانا۔

(۴۴) مختصر اور تنگ لباس زیب تن کرنا۔

(۴۵) اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت کرنا۔

(۴۶) اجنبیہ عورت کے ساتھ مصافحہ کرنا۔

(۴۷) عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا۔

(۴۸) میوزک اور گانے سننا۔

(۴۹) اپنے مال کو فضول ضائع کرنا۔

(۵۰) حائضہ بیوی کے ساتھ مباشرت کرنا۔

(۵۱) عورت کا بن سنور کر خوشبو لگا کر اور بے پردہ اجنبی مردوں کے سامنے نکلنا۔

(۵۲) مزدور کو اس کی مزدوری نہ دینا۔

(۵۳) بلاضرورت لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا۔

(۵۴) بدعت کا ارتکاب کرنا۔

(۵۵) اجنبی عورت کو عمداً دیکھنا۔

(۵۶) نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھنا۔

(۵۷) جلدی جلدی نماز پڑھنا۔

(۵۸) کسی کو برے نام سے پکارنا۔

(۵۹) اولیاء سے عداوت کرنا۔

(۶۰) کھلے عام گناہ کرنا۔

(۶۱) اپنے گناہ کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا۔

(۶۲) مسجد میں باتیں کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اگر ہم اپنے معاشرے پر ایک نظر ڈالیں اور گناہ کبیرہ کی فہرست پر ایک نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ ہماری اکثریت ان گناہوں میں ملوث ہے؛ بعض تو ان میں سے بہت سے گناہوں کو گناہ ہی نہیں سمجھتے اور بعض کبیرہ کو صغیرہ گناہ تصور کرتے ہیں، یہ ہمارے سوچنے کا مقام ہے، اللہ ہم کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

گناہِ صغیرہ:

صغیرہ ہر اس گناہ کو کہا جاتا ہے جس کو کرنے سے شریعت نے روکا ہو، البتہ اس پر کوئی شدید وعید نہ بیان کی ہو، مثلاً بغیر عذر کے بائیں ہاتھ سے کھانا، بڑوں کی بے ادبی کرنا، بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے کیوں کہ خالق و مالک کی نافرمانی بہر حال بہت بری شئ ہے، یہ نہ دیکھا جائے کہ کبیرہ ہے یا صغیرہ، بلکہ یہ دیکھو کہ نافرمانی کس کی کر رہے ہو۔

گناہ میں مبتلا ہونے کے اسباب:

انسان اس دنیا میں آزمائش اور امتحان کی غرض سے پیدا کیا گیا، یہ دنیا عارضی ٹھکانہ ہے، اصلی ٹھکانہ آخرت ہے، اس لیے اللہ نے خیر اور شر کو پیدا کیا، انسان کو چاہیے کہ وہ خیر کو اختیار کرے اور شر سے اجتناب برتے۔

انسان کے گناہ میں مبتلا ہونے کے چند اسباب ہیں:

(۱) سب سے پہلا سبب مقصدِ تخلیق اور انجام سے غفلت ہے، اللہ نے انسان کو محض اپنی عبادت کی غرض سے پیدا کیا، لہٰذا اصل مقصد عبادت ہے اور دیگر تمام چیزیں ضرورت کے قبیل سے ہیں، مثلاً کھانا، پینا، سونا وغیرہ اور کچھ چیزیں اللہ تعالیٰ ابتلاء اور آزمائش کے لیے بنائی ہے، جیسے مال، اولاد، عورت وغیرہ، اور انسان کو قوتِ شہوانیہ اور عقلیہ دونوں دی تا کہ معلوم ہو کہ وہ شہوانیت سے اجتناب کرتا ہے یا نہیں، وحی کی روشنی میں زندگی گزارتا ہے یا نہیں، لہٰذا ہمیں خواہشات پر قابو پا کر زندگی گزارنی چاہیے، اور یہ بات بھی یاد رہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ مرنے کے بعد کچھ نہ ہوگا اس لیے بھی وہ گناہ کرنے سے باز نہیں رہتا، حالانکہ زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب یقینی ہے اور اس پر جزاء وسزا بھی قطعی ہے، اور برائی کا انجام برا ہے اور بھلائی کا انجام بھلا ہے، جب انسان انجام سے غافل ہوتا ہے تو گناہ پر آمادہ ہو جاتا ہے، اللہ انجامِ بد سے دارین میں ہماری حفاظت فرمائے۔

(۲) گناہ کرنے کا دوسرا سبب ضعفِ ایمانی ہے، جب اللہ کے قادر ہونے پر، قیامت کے دن پر، حساب پر، میزان پر، جنت اور جہنم کے برحق ہونے پر، عذابِ قبر کے حق ہونے پر، ایمان میں ضعف اور کمزوری آتی ہے، تو انسان گناہ پر آمادہ ہو جاتا ہے، اس کے لیے عقائد کی کتابوں کا پڑھنا اور عقائد کو مضبوط کرنا ضروری ہے۔

(۳) دنیا کی محبت: جب آدمی کسی چیز کا گرویدہ ہو جاتا ہے تو اندھا دُھن اسی کے پیچھے لگا رہتا ہے، عربی میں ضرب المثل مشہور ہے "حبك الشئ يعمي و يصم" کسی چیز کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے جب کسی پر دنیا مستولی ہو جاتی ہے تو وہ بغیر کسی انجام کی پرواہ کئے اس کے پیچھے لگا رہتا ہے، اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

(۴) خواہشات کی پیروی: انسان کو اللہ نے دو چیزیں بغرض آزمائش عطا کی ہے، ایک عقل اور دوسری نفس:

پھر ان دونوں کے تعاون کے دو خارجی اسباب پیدا کئے وحی اور

شیطان، وحی عقل کی رہنمائی کرتی ہے اور شیطان شہوانیت کو ہوا دیتا ہے، اب اگر انسان شہوانیت اور شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے تو گناہ پر گناہ کئے جاتا ہے، اللہ نفس اور شیطان سے ہمیں محفوظ رکھے۔

(۵) بعض لوگ گناہ پر گناہ کرتے ہیں اور پھر جب نصیحت اور موعظت کی جائے تو کہتے ہیں، کیا کریں، مقدر میں جیسا لکھا ہے ویسا ہوتا ہے، یہ صحیح نہیں، اس لیے کہ اسباب اختیاری ہیں، جب انسان برے اسباب اختیار کرتا ہے تو برائی پر آمادہ ہوتا ہے، اگر بندہ برائی سے بچنے کی کوشش کرے تو اللہ ضرور اسے بچا لیتے ہیں، ہم کوشش نہیں کرتے اور پھر تقدیر کا رونا روتے ہیں، یہ عقیدۂ تقدیر کو اچھی طرح نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوتا ہے، اللہ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

(۶) اللہ کی مغفرت کی امید بھی گناہ پر آمادہ کرتی ہے، مثلاً گناہ کرتے وقت انسان سوچتا ہے، ارے! اللہ تو غفور الرحیم ہے، ضرور معاف کردے گا، مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ ''عزیز ذوانتقام'' بھی ہے اور ''شدید العقاب'' بھی، یعنی سخت پکڑ کرنے والا اور سخت سزا دینے والا ہے، لہٰذا مغفرت کی بیجا امید پر گناہ پر گناہ کرنا غلط ہے، کیونکہ اگر گناہ پر گناہ کرتا رہا اور اسی حالت میں موت آگئی تو ایمان کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے، اللہ ایمان کے ساتھ موت عطا فرمائے۔

(۷) غصہ سے بے قابو ہو جانا بھی گناہ اور ظلم پر آمادہ کرتا ہے، غصہ میں کبھی کسی کو قتل کر دیتا ہے، کبھی کسی کے ہاتھ پاؤں موڑ دیتا ہے وغیرہ، لہٰذا غصہ آئے تو اس صورت میں صبر سے کام لے۔

(۸) خواہشات کی پیروی بھی گناہ کے رئیسی اسباب میں سے ہے، شہوانیت کی وجہ سے کبھی بوس و کنار اور کبھی زنا اور ناچ گانے پر اتر آنا، لہٰذا ایسی حالت میں استغفار اور تعوذ کا ورد شروع کر دینا چاہیے تاکہ شہوانی قوت پست ہو جائے یا ٹھنڈی ہو جائے۔

(۹) علم دین سے ناواقفیت بھی گناہ کا سبب ہے، کیونکہ حلال و حرام کی تمیز نہیں، گناہ اور نیکی کا علم نہیں، حرام کو حلال سمجھ کر اور گناہ کو نیکی سمجھ کر کرتا ہے لہٰذا دین کی بنیادی معلومات حاصل کرنی چاہیے۔

(۱۰) کبھی آدمی سے بہت زیادہ گناہ ہو جاتے ہیں تو وہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جاتا ہے اور پھر گناہ پر جری ہو جاتا ہے، حالانکہ مؤمن کو اللہ کی رحمت سے ناامید ہونے کی ضرورت نہیں کتنا بڑا گناہ ہو، خواہ کتنی ہی مرتبہ کیوں نہ ہو، یاد آنے پر فوراً استغفار اور توبہ کرے۔

(۱۱) محبوب العلماء والصلحاء پیر ذوالفقار نقشبندی فرماتے ہیں: آدمی چار وجوہات کی بناء پر گناہ کرتا ہے:

[۱] وہ یہ سمجھتا ہے کہ گناہ کرتے وقت اسے کوئی نہیں دیکھتا، حالانکہ قرآن میں ارشاد خداوندی ہے "ان ربك لبالمرصاد" تیرا پروردگار تیری گھات میں ہے یعنی ایک لمحہ، ایک سیکنڈ کے لیے بھی تجھ سے غافل نہیں۔ (سورۂ فجر: ۱۴)

[۲] گناہ کرتے وقت یہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس کوئی نہیں حالانکہ قرآن میں ارشاد باری ہے "هو معكم أينما كنتم" تم جہاں کہیں رہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

[۳] کبھی انسان گناہ اس لیے کرتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ میری ان حرکتوں کا کسی کو علم نہیں، قرآن نے کہا" يعلم خائنة الأعين وماتخفي الصدور" وہ تمہاری نظر کی خیانت کو بھی جانتا ہے اور تم دل میں جو کچھ چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہے۔ (سورۂ مؤمن: ۱۹)

[۴] گناہ کرتے وقت انسان یہ سمجھتا ہے کہ میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے، قرآن نے کہا "إن اخذه أليم شديد" اللہ کی گرفت انتہائی دردناک ہے۔ (سورۂ ہود: ۱۰۲)

یہ چند اسباب بیان کیے گئے جو انسان کو معاصی پر آمادہ کرتے ہیں، اب آئیے گناہ کے نقصانات پر ایک نظر ڈالیں:

حکیم الامت مجدد ملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت جو حالات ہمارے ہیں مثلاً طاعت میں سستی اور معاصی میں انہماک و جرأت، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اعمال حسنہ اور سیئہ یعنی نیکی اور گناہ کی جزاء و سزا صرف آخرت میں ہوگی، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ دنیا میں بھی (اور برزخ میں بھی) اور آخرت

میں بھی (تینوں ٹھکانوں میں) اس کی سزا و جزاء بھگتنی ہوتی ہے، تو آیئے قرآن وحدیث اور ملفوظاتِ محققین کے ذریعہ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ گناہ کی سزا دنیا میں ہوتی ہے۔

دنیا میں گناہ کی سزا پر قرآن سے دلائل:

قرآن کریم نے نویں پارے میں کہا"فلما عتوا عن مّا نهوا عنه قلنا لهم كونوا قردةً خاسئين" پھر جب انہوں نے سرکشی اختیار کی اس چیز سے جس سے انہیں روکا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہا ذلیل بندر بن جاؤ۔(سورۂ اعراف:۱۶۶)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ بنو اسرائیل کی اس جماعت کو گناہ کرنے کی وجہ سے دنیا میں سزا مل گئی۔

ایک مقام پر فرمان الٰہی:"فعصوا رسول ربهم فأخذهم" انہوں نے اپنے پروردگار کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ نے ان کی گرفت کی۔(سورۂ حاقہ:۱۰)

"فكذبوهما فكانوا من المهلكين" انہوں نے موسیٰ اور ہارون کو جھٹلایا تو وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہوگئے۔(سورۂ مؤمنون:۴۸)

یہ اور اس جیسی بے شمار آیاتِ قرآنیہ اس پر دلیل ہے کہ گناہ کی سزا دنیا میں بھی ہوئی، صرف یہی نہیں بلکہ شیطان اور اممِ سابقہ جو گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے مختلف طریقوں سے ہلاک کی گئیں کیوں کہ اس گناہ کی وجہ سے ابلیس لعین کو کس چیز نے راندۂ درگاہ کیا، گناہ کی وجہ سے معلون ہوا، باطن تباہ و برباد ہوگیا، بجائے رحمت کے لعنت کا مستحق ہوا، قرب کے بدلے بعد حصہ میں آیا، تسبیح اور تقدیس کی جگہ کفر، شرک جھوٹ اور فحش انعام میں ملا یہ گناہ تھے جنہوں نے قوم نوح علیہ السلام کو طوفان میں غرق کردیا، اسی گناہ کی وجہ سے قوم عاد تند و تیز ہوا سے ہلاک کردی گئی، یہی وہ گناہ ہے جس قوم ثمود کو چیخ کی آواز سے ہلاک کردیا گیا، وہ کونسی چیز تھی جس کی وجہ سے قوم لوط کی بستیوں کو آسمان تک لے جاکر الٹ دیا گیا، قوم شعیب، قوم فرعون و قارون وغیرہ اقوام کی بربادی اور ہلاکت کا سبب محض گناہ کے اور کیا تھا؟

معلوم ہوا گناہ کی سزا انسان کو دنیا میں بھی بھگتنی پڑتی ہے اور آخرت میں بھی ہوگی، بلکہ قبر میں بھی مبتلائے عذاب ہونا ہوگا۔

دنیا میں گناہ کی سزا پر احادیث رسولؐ سے دلائل:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے: پانچ چیزوں سے میں پناہ مانگتا ہوں تم بھی اس سے پناہ مانگو۔

(۱) جب کسی قوم میں بے حیائی عام ہوئی ہے تو طاعون اور طرح طرح کی بیماریاں ان میں پھیل جاتی ہیں، جو اس سے پہلے کبھی نہیں تھیں۔

(۲) جب ناپ تول میں کمی ہوتی ہے تو وہ قوم قحط اور تنگی کے ساتھ ظالم حکمرانوں کے تسلط میں مبتلا ہوگی۔

(۳) جو قوم زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کرے گی اس پر بارش کم کردی جائے گی۔

(۴) جو لوگ عہد شکنی کریں گے تو اللہ غیر قوم کو ان پر مسلط کردیں گے۔

(۵) جو قوم شراب پینے اور موسیقی ومیوزک سننے میں مبتلا ہوگی تو ان پر زلزلے آئیں گے۔(ابن ماجہ بی الدنیا)

یہ اور اس طرح کی بے شمار احادیث دنیا میں گناہ کی سزا اور نقصانات پر دال ہیں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ عام طور پر جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گناہ اور برائی کی سزا دنیا میں نہیں ہوتی، آخرت میں ہوتی ہے، غلط ہے، صحیح یہ ہے کہ دنیا میں بھی اس کی سزا ہوتی ہے، آج ہمارے معاشرے میں بے حیائی عام ہے تو کیا طرح طرح کی نئی نئی بیماریاں عام نہیں ہورہی ہیں؟ آج ہمارے معاشرے میں ناپ تول میں کمی ہورہی ہے تو کیا ظالم حکمراں ہم پر مسلط نہیں؟ آج ہمارے معاشرے میں زکوٰۃ دینے کا اہتمام نہیں تو کیا بارش کی قلت نہیں ہے؟ آج ہم لوگ وعدے پر وعدے کی

مخالفت کرتے ہیں تو کیا اغیار کو ہم پر مسلط نہیں کر دیا گیا؟

تعجب ہے پوری روئے زمین پر کہ کہیں بھی قرآن اور حدیث سے مأخوذ دستور پر مکمل عمل نہیں ہو رہا ہے، اور ہمارے تمام حکمران غیروں کے دست نگر ہیں، شراب اور میوزک عام ہونے کی وجہ سے آئے دن زلزلے پر زلزلے آتے رہتے ہیں، آخیری چند سالوں میں وقفے وقفے سے دنیا کے مختلف خطوں میں بھیانک زلزلے آتے رہتے ہیں اور ہلاکت خیز تباہی مچاتے رہتے ہیں، یہ سب کیا ہے؟ احادیث کی وعیدوں کی جیتی جاگتی صداقت کی مثالیں ہیں۔

مگر افسوس کہ ہمارا معاشرہ پھر بھی اس بات کو سنجیدگی سے لینے کے لیے تیار نہیں بلکہ وہ عذاب الٰہی کو عذاب ہی نہیں تصور کرتا اور الٹے اس کے سائنسی اسباب تلاش کر کر ان اسباب کے ذریعہ عذاب الٰہی کو روکنے کی کوشش کرتا ہے، یہ کتنی بڑی حماقت ہے، کیا عذاب الٰہی کو بھی کوئی روک سکتا ہے؟ زلزلے کے اسباب کو معلوم کرنے کے بعد بھی وہ کسی زلزلے کو پچاس سال میں روک سکے، نہ روک سکیں گے، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ روحانی اسباب کو تلاش کر کے ان پر توجہ دی جائے اور وہ اسباب ہیں اللہ کی نافرمانیاں اور گناہ، اللہ ہمیں حق بات سمجھنے کی توفیق دے اور دنیا و برزخ، اور آخرت میں اپنی ہر طرح کی گرفت اور عذاب سے محفوظ رکھے۔ آمین!

گناہ کے دنیوی نقصانات اور سزائیں:

(۱) گناہوں کی کثرت سے علم کا نور سلب ہو جاتا ہے۔

امام مالکؒ نے امام شافعیؒ سے کہا کہ میں تمہارے قلب میں نور محسوس کر رہا ہوں کہیں گناہ کر کے تم اسے ضائع نہ کر دینا، ارشاد خداوندی ہے:"واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون"۔(سورۂ آل عمران:۲۰۰) جب تقوی آئے گا (یعنی گناہوں سے بچنا) تب علم کا نور حاصل ہوگا۔

(۲) رزق کم ہو جاتا ہے یا بڑی ذہنی وبدنی کلفت کے بعد رزق حاصل ہوتا ہے، حدیث میں ہے:"و إن الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبه"۔(ابن ماجہ)

آدمی گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے، قرآن میں ارشاد ہے "وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْد" اور اگر تم کفر کرو گے یا ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔(سورۂ ابراہیم:۷)

اگر گناہ کے بعد رزق میں تنگی نہ آئے تو یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل ہے، اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے۔

(۳) تصرف الٰہی سے محرومی: گناہ کے سبب اللہ کی مدد کے دروازے بند ہو جاتے ہیں، ارشادِ ایزدی ہے "یایھا الذین آمنوا إن تنصروا اللّٰہ ینصرکم" اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد یعنی اطاعت کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔(سورۂ محمد:۷)

معلوم ہوا کہ اطاعت کی صورت میں نصرت آتی ہے اور گناہ کرنے کی صورت میں مدد نہیں آتی۔

(۴) ذلت سے دوچار ہونا: گناہ کرنے سے انسان کی وقعت ختم ہو جاتی ہے یا گھٹ جاتی ہے، ارشادِ الٰہی ہے: "ضربت علیھم الذلة" (گناہ کے سبب) ان پر ذلت تھونپ دی گئی۔(سورۂ آل عمران:۱۱۲)

معلوم ہوا کہ گناہ سے ذلت وخواری کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں لگتا۔

(۵) دنیا میں امن وامان کا ختم ہو جانا: گناہ کی نحوست سے ملک کا امن وامان غارت ہو کر رہ جاتا ہے، اللہ کا ارشاد ہے:"ظھر الفساد في البر و البحر بما كسبت أيدی الناس" خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا، لوگوں کے (برے) کرتوتوں کے سبب، یعنی گناہ کی وجہ سے۔(سورۂ روم:۴۱) کیا آج ہم نہیں دیکھ رہے ہیں کہ کوئی خطۂ ارض امن سے معمور نہیں، قتل وغارت گیری، چوری ڈکیتی ایک عام سی بات ہو گئی، روزانہ ہزاروں لوگ بے قصور مارے جا رہے ہیں؛ بظاہر یہ قصور ہے لیکن حقیقت میں یہ اللہ کی نافرمانی کی اجتماعی سزا ہے، جسے ہم سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔

ایمان سے محرومی:

کبھی کبھی جب انسان گناہ کا عادی ہو جاتا ہے اور گناہ پر نڈر

ہوجاتا ہے تو روحانی طور پر اس پر مردنی چھاجاتی ہے، یہاں تک کہ وہ ایمان جیسی قیمتی نعمت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے جو بہت بڑا خسارہ ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اور کوئی خسارہ نہیں ہوسکتا۔

حدیث میں ہے "لایزنی الزانی حین یزنی و ھو مؤمن" یعنی زنا کرنے والا زنا کرتے وقت ایمان سے ہاتھ دھو دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ گناہ سے ایمان بھی ضائع ہوسکتا ہے، اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ صغائر پر مداومت انسان کو کبائر تک پہنچاتی ہے اور کبائر پر مداومت کفر تک پہنچا کر چھوڑ دیتی ہے۔

کثرتِ گناہ توفیقِ خیر سے محرومی کا سبب:

گناہ کرتے رہنے سے آدمی اعمال صالحہ کی توفیق سے محروم ہوجاتا ہے، اللہ کا فرمان ہے "و ما توفیقی إلا باللّٰہ" توفیق تو اللہ ہی دیتا ہے۔ (سورۂ ہود: ۸۸)

اور اللہ توفیق کب دیتا ہے جب بندے سے خوش ہوتا ہے اور خوش کب ہوتا ہے، جب بندہ نیکی کرتا ہے، لہٰذا جب بندہ گناہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے اور جب اللہ ناراض ہوں گے رحم نہ کریں گے اور جب رحم نہیں کریں گے، تو توفیق نہیں دیں گے۔

وحدت سے محرومی:

گناہ کے سبب مسلم معاشرے سے وحدت اور اتفاق کے بادل چھٹ جاتے ہیں، اور آپس میں خلفشار برپا ہوجاتا ہے، ارشادِ الٰہی ہے "واطیعوا اللّٰہ و رسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا" اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرو اور آپس میں تنازع مت کرو، ورنہ پھنس جاؤ گے۔ (سورۂ انفال: ۴۶)

معلوم ہوا کہ گناہ کرنے سے انتشار پیدا ہوتا ہے اور امت متحد نہیں ہو پاتی۔

گناہ کی نحوست راہِ حق سے محرومی:

گناہ کے کرنے سے آدمی ہدایت اور صراطِ مستقیم سے محروم ہوجاتا ہے، ''بدعت'' کو ''سنت'' اور ''ضلالت'' کو ''ہدایت'' سمجھتا ہے جو بہت بڑی محرومی ہے۔

گناہ سے قلب پر تاریکی:

گناہ کرنے سے قلب پر ظلمت اور تاریکی چھاجاتی ہے پھر وہ برائی کو اچھائی سمجھ کر کرتا ہے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: بدی کرنے سے چہرہ بے رونق ہوجاتا ہے، قلب میں ظلمت چھاجاتی ہے، بدن میں سستی آجاتی ہے۔

گناہ کے سبب عمر میں کمی:

گناہ کرنے سے انسان سے برکت ختم ہوجاتی ہے۔

حدیث میں ہے: ''نیکی سے عمر میں برکت ہوتی ہے'' تو اس سے معلوم ہوا کہ بدی اور گناہ سے عمر میں برکت ختم ہوجاتی ہے۔

گناہ سے ارادۂ توبہ کمزور ہوجاتا ہے اور مرنے کے وقت بغیر توبہ کے چلا جاتا ہے۔

گناہ اور عقل کا فتور:

گناہ کرنے سے عقل میں فتور واقع ہوجاتا ہے اور بھلی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ گناہ بہرحال انسان کے لیے دنیا اور آخرت میں سمِ قاتل ہے اور زہر ہلاہل ہے، دنیا میں بھی سزا بھگتنی ہوگی اور آخرت میں بھی۔

پیر ذوالفقار نقشبندی فرماتے ہیں کہ قرآن کا اعلان ہے: "وذروا ظاھر الإثم و باطنہ"۔

''ظاہری و باطنی گناہوں کو چھوڑ دو''۔ (سورۂ انعام: ۱۲۱)

گناہ شروع میں مکڑی کی جال کی طرح ہوتا ہے، مگر توجہ نہ دینے کی صورت میں جہاز کے لنگر کی صورت اختیار کرجاتا ہے، پھر اس سے دامن چھڑانا مشکل ہوجاتا ہے۔

سکون دل

اللہ کا ذکر اور زندگی کا سکون

محمد مسعود عزیزی ندوی

یہ مضمون دراصل راقم کا ایک بیان ہے، جو ۱۴؍جنوری ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوا تھا، اس کی افادیت کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

دین کے کچھ تقاضے:

عزیز دوستو! اور دینی بھائیو! گذشتہ ہفتہ ہم نے عرض کیا تھا کہ اگر انسان کو اللہ کی محبت اور اس کے رسول کی محبت حاصل ہوجائے، تو اس کا ایمان مکمل ہوجاتا ہے اور ایمان کے کامل ہونے کے بعد ہر مومن بندے سے دین کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں، جن کو پورا کرنا لازمی اور ضروری ہوتا ہے، اب کن کن چیزوں کے تقاضے ہیں، جن کو ہمیں اپنی زندگی میں شروع کرنا ہے، تو ہم ایک ایک چیز کو لے کر چلتے ہیں۔

ہر انسان کو سکون کی تلاش ہے:

عزیز دوستو! ہر انسان کو سکون کی تلاش ہے، مگر سکون کہاں ملتا ہے؟ کس چیز سے ملتا ہے؟ کیسے ملتا ہے؟ میرے عزیزو! سکون صرف اللہ کے ذکر سے ہوتا ہے، اس لیے کہ آج کے دن ہم اللہ کے ذکر کے موضوع پر گفتگو کریں گے، اللہ کے ذکر پر اور اللہ کی یاد پر، اس لیے ہر انسان کو تلاش ہے سکون کی، راحت کی، آرام کی، کماتے کیوں ہیں؟ تا کہ آرام سے بیٹھ کر کھائیں، گھر کیوں بناتے ہیں؟ تا کہ گرمی میں، سردی میں، برسات میں سکون سے زندگی گزار سکیں، بینک بیلنس کیوں رکھتے ہیں؟ تا کہ ضرورت کے موقع پر ہماری ضرورت پوری ہوجائے اور ہمیں سکون حاصل ہوجاوے، چنانچہ ہم زندگی کے جتنے بھی کام کرتے ہیں، مقصد سب کا ہوتا ہے کہ سکون اور راحت حاصل ہوجائے، کہ کھائیں گے، کمائیں گے، ہمیں راحت ملے گی، بیوی بچوں کو راحت ملے گی، ماں باپ کو راحت ملے گی اور ہمارے عزیز واقرباء کو راحت ملے گی، ان کو سکون ملے گا، یہ مقصد ہوتا ہے ہمارے کمانے کا، غرضیکہ ہمارا مقصد سکون حاصل کرنا ہے، تو اللہ نے واضح طور پر قرآن کریم میں فرمایا "الذین آمنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللّٰہ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب" کہ وہ لوگ جو ایمان لائے ان کے دلوں کو، ان کے قلوب کو راحت وسکون اور اطمینان اللہ کے ذکر سے ملتا ہے، اللہ کی یاد سے ملتا ہے اور سن لو! اللہ کے ذکر سے قلوب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، چونکہ زندگی کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں سکون حاصل ہوجائے، اس لیے ہم مختلف انداز سے اس کے حصول میں لگے ہوئے ہیں۔

تمام چیزوں کا مقصد صرف سکون حاصل کرنا ہے:

بھائی! ہمارا کھانا پکانا، ہمارا رہنا سہنا، ہماری زندگی، ہماری معاشرت اور ہماری معیشت، بلکہ زندگی کے جتنے بھی کام ہیں، سب کا مقصد یہ ہے کہ سکون مل جائے، راحت مل جائے، یہ تو ہماری اپنی تلاش کی ہوئی چیزیں ہیں، یہ تو انسان کی اپنی تحقیق کی ہوئی چیزیں ہیں کہ ہمیں کن کن چیزوں سے راحت وسکون ملتا ہے؛ لیکن اللہ نے فرمایا کہ اگر تم اطمینان اور سکون کی زندگی گزارنا چاہتے ہو، تو اطمینان وسکون کی زندگی گزارنے کے لیے اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرنے کا منشاء یہ ہے کہ ہر وقت اللہ ذہن میں رہے، ایک منشاء تو یہ ہے کہ اللہ اللہ کریں، اللہ کا ذکر کریں، دوسرا منشاء اللہ کو یاد کرنے کا یہ ہے کہ ہم بازار والی زندگی میں بھی اللہ کو یاد کریں، انفرادی زندگی میں بھی اللہ کو ذہن میں رکھیں اور

اجتماعی زندگی میں بھی اللہ کو یاد کریں، جب ہم اندھیرے میں ہوں تب بھی اللہ کو یاد کریں، جب اجالے میں ہوں تب بھی اللہ کو یاد کریں، مقصد یہ ہے کہ ہر وقت اللہ ہمارے ذہن میں رہے، جب ہماری یہ کیفیت ہوگی تو ہمیں حقیقی سکون اور حقیقی راحت وآرام میسر ہوگا، جو ایک بڑی دولت اور نعمت غیر مترقبہ ہے۔

ظاہر میں اللہ اللہ اور دل میں اپنے ساتھی:

ایک بزرگ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک آدمی بیت اللہ کا طواف کررہا تھا، ظاہر میں اللہ کے سامنے رو رہا تھا، گڑگڑا رہا تھا، دعائیں مانگ رہا تھا، لیکن جب بزرگ نے اس کے دل کی طرف متوجہ ہوکر دیکھا تو اس کا دل اللہ کی یاد میں نہیں تھا، وہ گڑگڑا رہا تھا، آہ وزاری کررہا تھا، رورہا تھا؛ لیکن ذہن میں یہ خیال تھا کہ میرے ساتھی کہاں ہیں، وہ مجھے دیکھ لیتے کہ میں کتنا رورو کر اللہ سے مانگ رہا ہوں، کتنا رو رو کر اللہ کا ذکر کررہا ہوں، اس بات کا ہمیں اور آپ کو تو پتہ نہیں چلے گا، ہم تو یہ دیکھیں گے کہ یہ بیچارہ کتنا گڑگڑا رہا ہے، آنکھوں میں آنسوں ہیں، کعبہ کے غلاف کو پکڑ رکھا ہے اور اپنے لیے اللہ سے دعائیں مانگ رہا ہے، ہمیں تو یہی نظر آئے گا؛ لیکن بزرگ نے جب دل کی طرف توجہ ڈال کر دیکھا تو ظاہر میں وہ یہ سب کام کررہا تھا مگر اس کا دل اپنے ساتھیوں کو تلاش کررہا تھا کہ ہمارے گاؤں والے ساتھی کہاں ہیں، تاکہ انہیں یہ پتہ چل جائے کہ میں کتنی محنت اور لگن سے اللہ کا ذکر کررہا ہوں، اللہ سے دعائیں مانگ رہا ہوں، ظاہر میں کررہا ہے اللہ کا کام، مگر اس کا دل اللہ کی یاد میں نہیں، اس کا دھیان اللہ کی طرف نہیں ہے۔

ظاہر میں خریدوفروخت دل میں اللہ اللہ:

پھر انہیں بزرگ نے ایک دوسرے شخص کو عرفات میں دیکھا، عرفات کا وہ میدان جہاں پر حاجی جاتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں، وہاں ٹھہرنا اور قیام کرنا ضروری ہے، اس کے بعد ہی حج ہوتا ہے، وہ آدمی سامان بیچ رہا تھا، تو اس کے دل کو بزرگ نے ٹوہ کے دیکھا، تو ظاہر میں وہ سامان بیچ رہا تھا، لو بھائی ایک روپیہ کی، پانچ روپیہ کی، ایک ریال کی، پانچ ریال کی؛ لیکن اس کا دل اللہ کی طرف متوجہ تھا، اللہ کی یاد میں مشغول تھا، تو ایسے آدمی کے لیے دنیا وآخرت میں نیک بختی اور بھلائی ہی بھلائی ہے، اس طرح ہمارا دل اگر اللہ کے ذکر میں رہے، صرف یہ نہیں کہ تسبیح ہاتھ میں ہو بلکہ دل سے ذکر ہو، ظاہر میں تو ہماری تسبیح گھوم رہی ہے، ظاہر میں تو ہم اللہ اللہ کررہے ہیں لیکن دھیان کہیں اور ہے، تو ایسا ذکر بیکار ہے۔

برزبان تسبیح در دل گاؤخر:

ہونا تو یہ چاہئے کہ دھیان اللہ کی طرف ہو، اللہ کے ذکر کی معرفت حاصل کرکے اللہ کے ذکر میں دل لگائیں، اللہ کے ذکر میں دل لگا کر سکون کی زندگی حاصل کریں، ورنہ تو دنیا کے جتنے بھی کام ہیں، جتنے بھی جھمیلے ہیں، چاہے پیسہ ہو، چاہے دولت ہو، چاہے زن ہو، مال ہو، دھن ہو جتنی بھی چیزیں انسان کی ہوسکتی ہیں، اطمینان قلب حاصل نہیں ہوسکتا، دیکھئے کتنا بڑا مالدار، کتنا بڑا دولت مند؛ لیکن پریشان، کس وجہ سے؟ اللہ کا ذکر تو کرتا ہے، مگر دھیان کہیں اور رہتا ہے کہ یہ مال چوری نہ ہوجائے، کبھی ڈکیتی نہ پڑ جائے، رات میں نیند نہیں آتی، مثلاً طبیعت خراب ہوجائے، گھر میں سب کچھ ہے، مگر روٹی جو کی کھا رہا ہے، حالانکہ مرغ بھی کھا سکتا ہے، لیکن ڈاکٹر نے بتلا رکھا ہے کہ بغیر نمک مرچ کی دال کھانی ہے، تو یہ سکون نہیں ہوا، ایک آدمی چٹنی روٹی کھاتا ہے، مگر پاؤں پھیلا کر اطمینان وسکون سے سوتا ہے اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے، اس لیے زندگی میں اگر اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہر وقت خدا کو یاد کرو، اگر مالدار ہو تو اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہو، دیکھو ایک وہ بھی انسان تھا کہ سامان بیچ رہا تھا، مگر دھیان اس کا اللہ کی طرف تھا تو یہ بھی عبادت ہے۔

ہر کام میں اللہ کی طرف دھیان ہو:

دوستو! ہماری زندگی ایسی ہونی چاہئے کہ ہم ٹرک چلائیں، کار چلائیں، گھوڑا بوگی چلائیں، آفیس میں بیٹھیں، یا دکان کھول

کر بیٹھیں، یا کھیت میں کام کریں، جو بھی کام کریں، مگر ہمارا دھیان اللہ کی طرف ہو، اور اللہ کی رضا کے لیے ہو، کام جو بھی کریں، وہ اللہ کی رضا کا ذریعہ بن جائے، وہ کام دین بن جائے، تو دنیا کے کام بھی ہوجائیں، دنیا کی ضروریات بھی پوری ہوجائیں اور ہمارا دین بھی بن جائے، ثواب بھی مل جائے، اسی طرح ہم کوشش کریں کہ اللہ کے ذکر کی ہمیں لذت نصیب ہو جائے ، اللہ کے ذکر میں ہمیں مزہ حاصل ہوجائے اور ہم اللہ کی یاد، اللہ کے ذکر میں سرشار رہیں، اور ہمارا وقت اللہ کے ذکر میں گزرے اور ہمیں حقیقی سکون حاصل ہوجائے، ہماری زندگی کی چلت پھرت، دوڑ دھوپ کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ ہمیں سکون حاصل ہوجائے۔

جسم اور روح کی غذا:

مگر یہ سکون ہمیں کب حاصل ہوگا، اگر ہمیں اللہ کی معرفت، اللہ کے ذکر میں مزہ اور اللہ کی یاد کی لذت نصیب ہوجائے، تو ہمیں سکون حاصل ہوجائے گا، اس کو اس طرح سمجھئے کہ ایک تو ہمارے جسم کی غدا ہے جس سے ہماری زندگی کی گزر بسر ہوتی ہے، ظاہری طور پر ہم اس پر اعتماد کرتے ہیں، دوسرے جسم کے اندر ایک روح ہے اس کی غذا اللہ کا ذکر اور اللہ کی یاد ہے، اس لیے جب ہم سانس لیتے ہیں اور صبح وشام کرتے ہیں، تو ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ہم ہر وقت اللہ کے ذکر میں سرشار رہیں، یہی ہماری روح کی اصل غذا ہے۔

اللہ کی طرف دھیان کرنے کی پہلی مثال:

آپ اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ کسی کا کوئی عزیز بیمار ہوجائے، اور اس کو ہاسپٹل لے گئے، ساتھ میں ایک دو آدمی گئے اور باقی لوگ گھر پر ہیں، تو ہم دوکان پر بیٹھیں بزنس کررہے ہیں، دفتر میں بیٹھے ہیں، یا کھیت میں کام کررہے ہیں، یا بوگی چلارہے ہیں، یا گھر کا کام کررہے ہیں، مگر دھیان ہمارا کہاں رہتا ہے؟ اس وقت ہمارا دھیان اس عزیز رشتہ دار پر ہوگا، جو ہاسپٹل میں بھرتی ہے کہ معلوم نہیں کیا ہورہا ہوگا، آپریشن ہورہا ہوگا، یا انجکشن لگ رہا ہوگا، واپس گھر کب آئے گا، پتہ نہیں کتنی پریشانی میں مبتلا ہوگا، جب دوپہر میں گھر آتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ وہاں سے فون آیا کہ نہیں، خیریت بھی ہے؟ کیا ہوا؟ پھر کاروبار پر چلے جاتے ہیں، پھر گھر فون کرتے ہیں، اور ہاسپٹل میں فون کرتے ہیں، حالانکہ ہم کام کررہے ہیں، ہم کھیت میں کام کررہے ہیں، دوکان میں بھی بیٹھے ہیں، دفتری کاموں میں بھی مشغول ہیں، مگر ہمارا دھیان ہاسپٹل میں ہے، ایسا ہوتا ہے کہ نہیں؟ ہم تو کام کررہے ہیں مگر ہماری فکر ہاسپٹل میں ہے، پتہ نہیں کیا ہورہا ہوگا؟ کیا پوزیشن ہوگی؟ ابھی فون کروں گا اور گھر پر بھی فون کروں گا، کوئی خبر یا کوئی اطلاع آئی کہ نہیں؟ اگر یہی فکر اور سوچ ہماری اللہ کے سلسلہ میں ہوجائے، تو جو کام ہم کریں گے، اس پر ثواب ملے گا اور حقیقی سکون بھی نصیب ہوجائے گا۔

اللہ کی طرف دھیان کرنے کی دوسری مثال:

اسی طرح جب ہم کوئی غلط کام کرلیتے ہیں مثلاً کسی کا سامان ہم نے اٹھالیا، جیسا کہ راستہ میں دس یا پانچ کا نوٹ پڑا تھا، ہم نے ادھر ادھر دیکھا اور اٹھانے کی کوشش کی، اگر اللہ کا ذکر اور اس کی یاد ذہن میں ہے، تو چاہے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے، مگر یہ خیال آئے گا کہ اللہ دیکھ رہا ہے، تو وہ پانچ کا نہیں بلکہ ہزار کا بھی نوٹ ہوگا تو بھی چھوڑ دے گا، اور اس کو نہیں اٹھائے گا، اور اس راستے سے گزر جائے گا، اور ذرہ برابر اس کی پرواہ نہیں کرے گا کیونکہ وہ سمجھے گا کہ جو میرا ہزار کا نوٹ تھا، وہ تو میری جیب میں ہے، یہ کسی اور کا ہے، کیونکہ اس کے دل میں اللہ کا خوف ہے، کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے، کون دیکھ رہا ہے؟ اللہ دیکھ رہا ہے، یہ بھی اللہ کا ذکر ہوا، ذکر کا مطلب کیا ہے، اللہ کو یاد کرنا، جب اللہ یاد آیا تو گناہ سے بچ گیا، یہ چیز چھوڑ کر چلا گیا، کہیں کوئی غلط کاری کا خیال آیا، تو فوراً رک جائے گا، یہی اللہ کا ذکر ہے، اگر ہمیں ایسے ہی اللہ کے ذکر کی معرفت نصیب ہو جاوے اور اللہ کا استحضار ہو جائے تو زندگی کے ہر مرحلے میں، زندگی کے ہر موڑ پر برے کام سے بچ جائیں گے، کوئی بھی کام ہو، کسی بھی طریقے کا ہو، کسی بھی انداز کا کام ہو تو ہم انشاء اللہ اس سے بچ سکتے ہیں۔

اللہ کی طرف دھیان کرنے کی تیسری مثال:

ایک بادشاہ نے ایک بستی پر حملہ کیا، اوراس میں جتنے مسلمان تھے، سب کو شہر خالی کرنے کا حکم دیا، مسلمانوں نے ڈر کر بستی کو خالی کر دیا، وزیروں نے دیکھا کہ جس شہر میں ہم جاتے ہیں، سب مسلمان ڈر کر بھاگ جاتے ہیں؛ لیکن اس بستی میں دوملاجی ہیں، وہ نہیں گئے، اور فلاں مسجد میں اللہ کا ذکر کررہے ہیں، بادشاہ کو اس کے بارے میں اطلاع دی گئی، بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں پکڑ کر جلدی سے میرے پاس لاؤ، ان کی کیسی ہمت ہوئی کہ وہ رک گئے، وہ لوگ گئے اوران سے بتایا کہ بادشاہ کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ تم کو پکڑ کر بادشاہ کے سامنے حاضر کریں، توانہوں نے کہا کہ ہم تو مسجد میں ہیں، اللہ کا ذکر کررہے ہیں، مگر وہ لوگ نہیں مانے اور کہا کہ جب تم کو طلب کیا گیا ہے تو تم چلو، بہرحال سپاہی ہتھکڑیاں لگا کر انہیں لے گئے اور بادشاہ کے دربار میں حاضر کیا، بادشاہ نے کہا کہ آپ لوگ کیوں نہیں گئے، جب کہ ہماری طرف سے اعلان عام ہوگیا تھا، توانہوں نے جواب دیا کہ ہم مسجد میں تھے اوراللہ کا ذکر کررہے تھے، تو اس نے کہا کہ اب دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں، یقیناً تمہارا برا حشر ہونے والا ہے، اب تم کو کون بچائے گا، توانہوں نے اطمینان سے جواب دیا، ہمیں اللہ بچائے گا، ہاتھ میں جو ہتھکڑیاں لگی تھیں، وہ ٹوٹ کر نیچے گرگئی اور بادشاہ پر کپکپی سی طاری ہوگئی، فوراً ان لوگوں کو بادشاہ نے چھوڑ دیا، یہ حقیقی ذکر تھا، اللہ کی یاد میں وہ مطمئن رہے، اس لیے وہ ذرہ برابر گھبرائے نہیں، اور گاؤں کے سب لوگ ڈرپوک تھے، بادشاہ کے حکم سے بھاگ گئے، مگران کے دل میں اللہ کی یاد تھی، وہ گھبرائے نہیں۔

زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ کی یادضروری ہے :

عزیزو! جب اللہ تعالی کی حقیقی معرفت اوراللہ کا ذکر نصیب ہوجاتا ہے، تو پھر ہمیں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، اس لیے ہمیں کوشش کرنی ہوگی کہ ہمیں اللہ کے ذکر کی حقیقی معرفت اور حقیقی لذت نصیب ہوجائے، زندگی کے جس میدان میں ہم ہوں، جس شعبہ میں ہوں، ہمارا خیال بس اللہ کی طرف ہو، اگر ہم نماز پڑھ رہے ہوں اور ہمارا دھیان اللہ کی طرف نہ ہو، تو ہماری نماز بیکار ہے، اگر دھیان اللہ کی طرف ہوگا، تو چاہے ہم کھانا کھارہے ہوں، یا کھیت میں ہل جوت رہے ہوں، تجارت کررہے ہوں، آفس میں بیٹھے ہوں، تو یہ تمام کام عبادت ہیں اوران پر بھی ثواب ہے، اگر گاڑی چلارہے ہو، اور تمہارا دھیان اللہ کی طرف ہے، تو یہ بھی عبادت ہے، دوکان پر بیٹھے ہو، مگر دھیان اللہ کی طرف ہے تو یہ بھی عبادت ہے، گھر میں باتیں کررہے ہیں ابا سے امی سے، یہ بھی عبادت ہے، بیوی بچوں میں ہوں اوران سے بات چیت کررہے ہوں، مگر دھیان اللہ کی طرف ہے، تو یہ بھی عبادت ہے، ایسا ذکر ہمیں نصیب ہوجائے، ایسی معرفت اور ایسی اللہ کی یاد ہمیں نصیب ہوجائے، پھر زندگی میں سکون ہی سکون، راحت ہی راحت ہے، اللہ تعالی ہمیں اپنا ذکر اوراپنی معرفت عطا فرمادے۔

حضرت شبلی او راللہ کا ذکر:

دوستو! دنیا میں جتنے بھی بزرگ گذرے ہیں، سب اللہ کی یاد میں مست رہتے تھے، ان کا چلنا پھرنا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، سب عبادت میں شمار ہوتا تھا، اور ان کا ایک ایک منٹ بھی اللہ کی یاد میں صرف ہوتا تھا، وہ اللہ کی یاد سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں ہوتے تھے، آپ لوگوں نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنا ہوگا، ایک مرتبہ ان کو چوٹ لگ گئی، تو زخم سے خون گرنے لگا، تو جہاں خون ٹپکتا، وہاں لفظ ''اللہ'' بنتا جاتا تھا، شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے رگ وپے میں اللہ ایسا رچ بس گیا تھا، مرید ساتھ میں تھے، وہ جلدی سے بھاگے کہ حضرت کو کیا ہوگیا، تو وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت کا خون جہاں گررہا ہے، وہاں ''اللہ'' بنتا جارہا ہے، تو معلوم ہوا کہ ان کے رگ وپے میں ان کے گوشت پوست میں اللہ اس طرح رچ بس گیا تھا کہ جہاں بھی ہوں، اللہ ہی کا تذکرہ ہو۔

اللہ کی معرفت نصیب ہوجائے تو زندگی میں سکون ہی سکون ہے، اس طرح بیشمار واقعات ہیں، جتنے بھی بزرگ ہیں، حضرت عمر بن

عبدالعزیزؒ، حضرت جنیدؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت حسن بصریؒ اوران کے بعد جتنے بھی اہل اللہ گزرے ہیں، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت رائے پوریؒ، حضرت مولانا الیاسؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ، حضرت مولانا حسین احمدمدنیؒ، حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ سب کا یہی حال تھا کہ اللہ کی یاد میں ایسے مست تھے کہ زندگی کے ہر لمحے میں اللہ ہی کو یاد کرتے تھے اور پوری زندگی میں سکون حاصل تھا؛ لیکن ہم پریشانی میں کیوں مبتلا ہیں، اگرچہ ہمارے پاس رزق بھی ہے، مکان بھی ہے، مال بھی ہے، مگر پھر بھی پریشان ہیں؛ کیونکہ ہمارا دھیان اللہ کی طرف نہیں ہے۔

اللہ کے ذکر میں مزہ ہی مزہ ہے:

عزیزو! اگران پریشانیوں سے نکلنا ہے، اپنی زندگی میں انقلاب لانا ہے، اوراچھی زندگی گزارنی ہے، تو ہر موقع پر اللہ کو یاد کرو، زندگی کے ہر لمحے میں اللہ کو ذہن میں رکھو، اوراپنی روحانی غذا ذکر کے ذریعہ حاصل کرو، تو انشاء اللہ سکون وراحت نصیب ہوگی، اگراس میں کوتاہی ہوگی، تو ساری چیزوں سے لطف ختم ہوجائے گا، لیکن اگر اللہ کا ذکر نصیب ہوجائے تو مزہ ہی مزہ اور لطف ہی لطف ہے، اس سلسلہ میں کوشش کریں، اگر زبان پر ذکر ہوگا تو مزہ آئے گا، زبان کو بھی دل کو بھی، اگر یقین نہ آئے تو پانچ منٹ ذکر کرکے دیکھ لو، اگر سچے دل سے اور یکسو ہوکر ذکر میں لگ جاؤ تو دنیا کو بھول جاؤ گے اور ذکر الٰہی کی حلاوت ولذت محسوس کروگے۔

محبت مجازی کی خاطرذکر الٰہی:

اس سلسلہ میں آپ لوگوں کو ایک واقعہ بتاتا ہوں کہ ایک بادشاہ کے محل میں ایک شہزادی تھی، بہت ہی حسین وجمیل اور خوبصورت، اتنی خوبصورت کہ تصور بھی نہیں کرسکتے، ہم دیکھتے ہیں کہ اچھی چیز کو دیکھ کر منہ میں پانی آجاتا ہے اوروہ تو شہزادی تھی، بادشاہ کی بیٹی تھی، عالیشان محل میں رہتی تھی، جہاں صبح وشام ہزاروں خوشبوئیں، ہزاروں کپڑے استعمال ہوتے تھے، طرح طرح کے پرفیوم اور چمک دمک کے سامان، جہاں صبح وشام رونق ہی رونق رہتی تھی، جہاں ہزاروں کارندے بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے تھے، محل لائٹوں اور قمقموں سے جگمگاتا رہتا تھا، وہاں پر ہر قسم کی آرائش وزیبائش تھی، اسی محل میں بادشاہ کے کارندوں میں سے ایک کارندہ نوجوان حسین وجمیل تھا، بادشاہ کی لڑکی اس پر فریفتہ ہوگئی، آہستہ آہستہ وہ نوجوان بھی اس کی طرف مائل ہونے لگا، اورآنکھوں آنکھوں میں اشارے، کنائے ہونے لگے، اورایک دوسرے کے بغیر بےقرار ہونے لگے۔ ؎

الفت مزہ جب ہے کہ دونوں ہوں بےقرار
دونوں طرف سے آگ برابر لگی ہوئی

غرضیکہ دونوں میں اتنی محبت ہوگئی کہ خط وکتابت کا سلسلہ شروع ہوگیا، ملاقات کا موقع نہیں ملتا، مگر خط وکتابت کے ذریعہ ایک دوسرے کا پیغام پہنچ رہا تھا، تو عقل کی شہزادی، بادشاہ کی لڑکی نے عقل دی کہ یہاں سے تم استعفیٰ دیدواورتم کسی جنگل میں جاکر اللہ اللہ کرو، جب تمہاری شہرت ہوجائے گی اور چاروں طرف سے لوگ آنے شروع ہوں گے، پورے علاقہ میں چاروں طرف تمہارا چرچہ ہوگا، تو لوگ وہاں پہنچیں گے کہ فلاں بزرگ بہت اچھے ہیں، اوراللہ اللہ کرتے ہیں اورمیرے ابا حضور بھی بزرگوں سے مل کرخوش ہوتے ہیں، تو میں وہاں آجاؤں گی، تو وہ استعفیٰ دے کر بوریا بستر لے کرچل دیا، اورشہزادی کی محبت کی خاطر بزرگی کالبادہ اوڑھ لیااورایک جنگل میں جاکر چھپر ڈال لیا، بس اللہ اللہ کرنا شروع کردیا، تو گزرنے والے لوگ دیکھنے لگے کہ بہت ہی اچھا بزرگ بیٹھا ہے، کوئی بڑا بزرگ ہوگا، حالانکہ اس کو اندر سے شہزادی سے ملنا تھا۔

مجازی محبت حقیقی محبت میں بدل گئی:

چنانچہ یہ نوجوان ہمہ وقت اللہ کی یاد میں مست رہتا تھا، نہ تو دنیا سے مطلب، نہ اور کسی سے، بس ہمیشہ اللہ کا ذکر زبان پر رہتا، ابھی دوتین مہینہ ہی ذکر میں گزرے تھے کہ اس کی زندگی بدل گئی، اس نے دوتین مہینہ خوب اللہ کا ذکر کیا اورنمازوں کی پابندی کی، تو حضرت جی

بن گیا، ابھی تو نقلی تھا، جب اس نے اللہ اللہ کی ضربیں لگائیں اور اللہ کا اتنا نام لیا کہ چاروں طرف سے چلنے والے رک گئے کہ حضرت جی بیٹھے ہیں، چند دنوں کے بعد اس کی زندگی بدل گئی، اور علاقے میں اس کی بزرگی کی شہرت ہوگئی، اب کیا ہوا کہ اس کی شہرت بادشاہ کے یہاں بھی پہنچی، کہ فلاں جگہ پر بہت اچھا بزرگ ہے، تو شہزادی کو بھی موقع ملا، اس نے کہا کہ ابا حضور! میں اس بزرگ کے پاس جانا چاہتی ہوں اور اس سے دعائیں لے کر آتی ہوں، ابا حضور خوش ہوئے اور کہا کہ میرے لیے بھی دعا کرالینا اور اپنے لیے بھی، چنانچہ حفاظت کے لئے اس کے ساتھ پورا دستہ کمانڈروں کا ساتھ ہو گیا، رائفل، بندوقیں سب ساتھ میں لیے ہوئے تھے، لڑکی نے سوچا کہ جب اس کے پاس جاؤں گی تو سب کو ہٹادوں گی اور اکیلی چپ چاپ اندر چلی جاؤں گی، بالآخر وہ اس کے پاس پہنچ گئی اور آواز لگائی، اس نے اندر سے پوچھا کہ کون؟ لڑکی نے جواب دیا کہ میں وہی تمہاری پرانی معشوقہ ہوں، جس نے تمہیں یہاں اللہ اللہ کرنے کے لیے بھیجا ہے، آج موقع ملا ہے، میں حاضر ہوں، تجھے جو کرنا ہے کرلے، تو میرے لئے پریشان ہوتا تھا، میرے لیے تڑپتا تھا، کھانا نہیں کھاتا تھا، آج تیرے لیے آگئی ہوں؛ لیکن اس نے جواب دیا کہ مجھے تو مالک حقیقی مل گیا ہے، میں حقیقت میں بزرگ ہو گیا ہوں، اللہ والا ہو گیا ہوں، اب تو میرے لیے غیر محرم ہے، میرے سامنے مت آ، میں تو اللہ سے لو لگالی، اب تو میں نے اصل سے محبت کرلی، اللہ سے محبت کرلی اور اب چلی جاؤ، مجھ سے ملاقات نہ کرو، اب مجھے تیری ضرورت نہیں، دیکھئے کیا سے کیا بن گیا، جب حقیقی ذکر نصیب ہوجاتا ہے تو زندگی ایسے بدل جاتی ہے، نقل سے اصل ہوجاتا ہے۔

متقی اور پرہیزگار ہی اللہ کا محبوب ہے:

جو بھی اللہ کی اطاعت کرے گا، اللہ کی فرمانبرداری کرے گا، اور جو بھی اس کے ذکر میں لگا رہے گا، اس کو اللہ تعالی ضرور اپنا قرب عطا کردیتے ہیں اور دنیا اس کے پاؤں میں آتی ہے، اگر ہم بھی اللہ کا ذکر کریں، اس کی یاد میں ہمیشہ مشغول رہیں، تو ایک نہ ایک دن ضرور ہم ولی بن جائیں گے، اللہ کے یہاں کسی کی اجارہ داری نہیں ہے، اللہ سے جو بھی لو لگائے گا، اللہ اس کا ہے، اللہ کے یہاں یہ نہیں ہے کہ بڑے خاندان کا ہے، یہ چھوٹے خاندان کا ہے، یہ فلاں مولوی صاحب کا بیٹا ہے، یا فلاں مالدار، وزیر، بادشاہ یا ایم پی کا بیٹا ہے، اللہ سے جو بھی لو لگائے گا، اللہ اس کو حاصل ہو جائے گا، جس طرح ایک غلام جس کا بادشاہ کے یہاں کوئی مقام و مرتبہ نہ تھا، اب وہی بادشاہ اپنے لیے سعادت سمجھ کر دعا کی درخواست کرنے کے لیے اپنی بیٹی کو روانہ کررہا ہے۔

اگر ہم سچے دل سے اللہ سے لو لگائیں تو ایک دن ضرور حضرت جی بن جائیں گے، حضرت جی اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ہمارے علاقے میں حضرت جی ایک معیار ہے کیونکہ حضرت جی، اللہ والے اور بڑے مقام والے عارف کو کہتے ہیں، اس لیے اگر ہمیں اللہ کے ذکر کا لطف نصیب ہوجائے، ساری دنیا کے بزرگوں سے بڑا بن جائیں گے، بزرگ ایسے ہی تو بنتے ہیں، اس طرح اگر اللہ کے ذکر کی لذت نصیب ہو جائے تو زندگی میں انقلاب برپا ہوجائے گا، اور حقیقی زندگی نصیب ہوجائے گی، سکون کی زندگی نصیب ہوجائے گی، اللہ کے ذکر اور اللہ کی معرفت سے زندگی بدل گئی، ایک مجازی محبت کرنے والے نے ذرا سا سوچا، اپنے خدا کی حقیقی محبت حاصل کرلی، حقیقت میں اس کی زندگی بدل گئی، بس شرط یہ ہے کہ مانگنے والا مانگے، اللہ تو بہانہ تلاش کرتا ہے۔ ؎

اللہ اللہ ہے تو جان ہے
ورنہ جان بھی بے جان ہے

اگر اللہ ہے، تو ہماری جان میں جان ہے، ورنہ وہ بھی بے جان، بے جان کیا ہے مٹی کا ایک پتلہ، ابھی ہمارے ماں باپ، ہماری مائیں بہنیں، بیوی بچے کتنی محبت کرتے ہیں، لیکن ابھی ادھر جان نکلی کہ محبت ختم، ادھر سوئچ آف ہوا، سارے رشتہ دار، بھائی بہن، ماں باپ، اعزہ واقرباء کہنے لگ جاتے ہیں کہ جلدی چلو قبر کھودو، تھوڑی دیر میں سب

کا خیال بدل جاتا ہے، مہینہ دس دن کے اندر سب بھول جاتے ہیں، اس بے رخی کو دیکھ کر کسی عاشق نے اپنے معشوق سے کہا تھا۔

کیا کرو گے تم آ خر قبر پر میری آ کر
تھوڑی دیر رولو گے اور بھول جاؤ گے

لیکن ہماری محبت اگر خدا سے ہوگی، دنیا میں ہم نے خدا سے لولگائی ہوگی، تو قبر میں بھی اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہوں گے، قبر میں ہر قسم کی آسائش ہوگی، قیمتی لباس ہوں گے، جنت کی ہوائیں آتی ہوں گی، برخلاف اس دنیا کے کہ ہمارے ماں باپ، بھائی بہن، بیوی بچے سب بیکار ثابت ہوں گے، چاہے جتنی محبت ہو، ادھر سوئچ آف ہوا، بٹن بند ہوا، دنیا کا جھمیلہ ختم، کوئی کسی کا پرسان حال نہیں کیونکہ یہ تو مجازی محبت ہے، حقیقی محبت تو خدا سے ہوتی ہے، اس لیے اللہ سے سچی لولگالیں اور اللہ کا ذکر کرتے رہیں تا کہ اللہ کی معرفت اور قرب حاصل ہو جائے، اللہ تعالی ہم تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی معرفت کی لذت اور اپنی یاد کا لطف نصیب فرمائے۔

❁❁❁❁❁

انصاف کی قدر و قیمت

حکومت کرنے والوں، سیاست دانوں، دانشوروں، عالموں، شاعروں، فلسفیوں، مفکروں اور ادیبوں کو ترازو ہی کی طرح منصف ہونا چاہئے، امریکہ میں انصاف ہوتا تو اسرائیل کا خنجر عربوں کے سینہ میں نہ گھونپا جاتا، برطانیہ میں انصاف ہوتا تو سو برس تک ہمیں غلام نہ رہنا پڑتا، ہماری جائیداد تباہ، ہماری صنعت مفلوج نہ ہوتی، ہمارے سر پر آرے نہ چلائے جاتے، نوآبادیاتی نظام دنیا میں قائم نہ ہوتا، اور اگر آج ہمارے ملک میں انصاف ہوتا تو فسادات نہ ہوتے، شکایتیں نہ ہوتیں، مقدمات عدالتوں میں نہ جاتے، اسٹرائکس اور مظاہرے نہ ہوتے، جب انصاف تھا تو شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ (مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ)

❁❁❁❁❁

دورجدیدہ کی پیروی

تباهی وبربادی کو دعوت دیناهے

محترمہ سارہ عزیزی ناظمہ جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات

اجتماعی ومعاشرتی اور سوشل زندگی میں مغربی طریقوں کی پیروی اوران کے اصول زندگی اور طرز معاشرت کو قبول کر لینا اسلامی معاشرہ میں بڑے دوررس نتائج رکھتا ہے، اس وقت مغرب ایک اخلاقی جذام میں مبتلا ہے، جس سے اس کا جسم برابر کٹتا اور گلتا چلا جارہا ہے اور اب اس کی عفونت پورے ماحول میں پھیلی ہوئی ہے، اس مرض جذام کا سبب (جو تقریباً لاعلاج ہے) اس کی جنسی بے راہ روی واخلاقی انارکی ہے، جو بہیمیت وحیوانیت کے حدود تک پہنچ گئی ہے۔

لیکن اس کیفیت کا بھی حقیقی واولین سبب عورتوں کی حد سے بڑھی ہوئی آزادی، مکمل بے پردگی، مردوزن کا غیر محدود اختلاط اور شراب نوشی تھی، کسی اسلامی ملک میں اگر عورتوں کو ایسی ہی آزادی دی گئی، پردہ یکسر اٹھادیا گیا، دونوں صنفوں کے اختلاط کے آزادانہ مواقع فراہم کئے گئے، مخلوط تعلیم جاری کی گئی، تو اس کا نتیجہ اخلاقی انتشار اور جنسی انارکی، سول میریج، تمام اخلاقی ودینی حدود واصول سے بغاوت اور بالاختصار اس اخلاقی جذام کے سوا کچھ نہیں، جو مغرب کو ٹھیک انہیں اسباب کی بنا پر لاحق ہو چکا ہے۔

ان اسلامی ملکوں میں جہاں مغربی تہذیب کی پر جوش نقل کی جارہی ہے اور جہاں پردہ بالکل اٹھ گیا ہے، اور مردوزن کو اختلاط کے آزادانہ مواقع حاصل ہیں، پھر صحافت، سنیما، ٹیلی ویژن، لٹریچر اور حکمراں طبقہ کی زندگی اس کی ہمت افزائی بلکہ رہنمائی کر رہی ہے، وہاں اس جذام کے آثار وعلامات پوری طرح ظاہر ہونے لگے ہیں اور یہ قانون قدرت ہے جس سے کہیں مفر نہیں۔ ❁❁❁

ترغیب

علم کی اہمیت

مولانا محمد دلشاد ندوی مدرسہ فلاح المسلمین امین نگر، تیندوہ، رائے بریلی

قال اللہ تعالیٰ: ''اقرأ باسم ربك الذی خلق الخ''۔

علم کی اہمیت کے لیے بس اتنا جان لینا کافی ہے کہ قرآن کریم کی پہلی وحی کا پہلا پیغام ''اقرأ'' ہے، انسانوں کو بلندی، سرفرازی، کامیابی وکامرانی، فلاح وبہبود علم ہی سے حاصل ہوسکتی ہے، اسلام میں جس طرح اللہ تعالیٰ نے علم کو عزت بخشی، اسی طرح علم کے حصول میں مددگار چیزوں کو بھی عزت بخشی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سب سے پہلی قسم قلم ہی کی کھائی ہے اور یہ قلم کی نہایت عزت افزائی ہے" ن، والقلم ومایسطرون"۔

علم میں اضافہ اور ترقی بھی مطلوب ہے، اس لیے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا سکھائی گئی "وقل رب زدنی علما " اور کہئے اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما، امام قرطبی لکھتے ہیں کہ اگر کوئی چیز علم سے افضل اور برتر ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا کہ وہ اس میں سے مزید طلب کریں جیسا کہ مزید علم طلب کرنے کا حکم دیا گیا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کی روشنائی کو شہیدوں کے خون کے مساوی قرار دیا ہے۔ (تعلیم کی اہمیت سنت نبوی کی روشنی میں)

علم خواہ دنیوی ہو یا اخروی، انسان کو عزت وفضیلت عطا کرتا ہے، لیکن دنیوی علم صرف دنیا تک ہی محدود رہتا ہے، اور اخروی علم انسان کو دنیا وآخرت دونوں جگہ رسوائی وذلت سے نجات دلا کر عزت وشوکت عطا کرتا ہے۔

اس سلسلہ میں ہم مشہور عالم ربانی مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ گرانمایہ تحریر اپنے مضمون کی زینت بنا کر آپ کے سامنے پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو حسن عبادت کے ساتھ ساتھ جامعیت وکمال کی منزل غائی تک پہنچتی ہے۔

''دینی اصطلاح اور قرآن وحدیث کی زبان میں علم سے مراد وہی علم ہوتا ہے، جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی ہدایت کے لیے آتا ہے، اللہ کے کسی نبی ورسول پر ایمان لانے اور ان کو نبی ورسول مان لینے کے بعد سب سے پہلا فرض آدمی پر یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ معلوم کرنے اور جاننے کی کوشش کرے کہ میرے لیے یہ پیغمبر کیا تعلیم وہدایت لے کر آئے ہیں، مجھے کیا کرنا اور کیا چھوڑنا ہے، دین کی بنیاد اسی علم پر ہے، اس لیے اس کا سیکھنا اور سکھانا ایمان کے بعد سب سے پہلا فریضہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنا ہر اس شخص کے لیے فرض وواجب بتلایا ہے جو آپ کو اللہ کا پیغمبر مان کر آپ پر ایمان لائے اور اللہ کا دین اسلام قبول کرے اور اس علم کے حاصل کرنے میں محنت ومشقت کو آپ نے ایک طرح کا جہاد اور قرب الٰہی کا خاص الخاص وسیلہ اور اس بارے میں غفلت وبے پروائی کو قابل تعزیز جرم قرار دیا ہے، یہ علم انبیاء علیہم السلام اور خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص میراث اور اس پوری کائنات کی سب سے زیادہ عزیز اور قیمتی دولت ہے اور جو خوش نصیب بندے اس کو حاصل کریں اور اس کا حق ادا کریں وہ وارثین انبیاء ہیں، آسمان کے فرشتوں سے لے کر زمین کی چیونٹیوں اور دریاں کی مچھلیوں تک تمام مخلوقات ان سے محبت رکھتی اور ان کے لیے دعائے خیر کرتی

ہیں، یہ چیز اللہ تعالی نے ان کی فطرت میں رکھ دی ہے اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی اس مقدس میراث کو غلط اغراض کے لیے استعمال کریں، وہ بدترین مجرم اور خداوندی غضب اور عذاب کے مستحق ہیں۔ (معارف الحدیث)

عالم اسلام کے نامور صاحب قلم علامہ یوسف القرضاویؒ نے اپنی کتاب ''الرسول والعلم'' میں اس سلسلہ میں اپنی رائے بہت دلنشیں انداز میں پیش کی ہے، جسے موضوع کی مناسبت سے یہاں پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، موصوف لکھتے ہیں: ''بلا شبہ علوم میں اولین مقام علم دین کا ہے، جس کے ذریعہ انسان خود اپنے آپ کو بھی پہچانتا ہے اور اپنے پروردگار کی معرفت بھی حاصل کرتا ہے، اس طرح علم دین کے ذریعہ اپنا راستہ پاتا ہے، اپنی منزل مقصود تک پہنچتا ہے اور ان چیزوں کو سمجھتا ہے جو اس کے لیے مفید یا اس کے لیے نقصان دہ ہیں۔

آگے مزید رقمطراز ہیں:

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں ''علم سیکھو! کیونکہ اللہ تعالی کے لیے علم سیکھنا خشیت، اسے حاصل کرنے کی کوشش کرنا عبادت، اس کا پڑھنا پڑھانا تسبیح، اس کی جستجو جہاد، ناواقف کو سکھانا صدقہ اور اس کی اہلیت رکھنے والوں کو بتانا ثواب کا ذریعہ ہے، نیز علم تنہائی کا ساتھی، دین کا رہنما، خوشحالی و تنگ دستی میں مددگار، دوستوں کے نزدیک وزیر، قریبی لوگوں کے نزدیک قریب اور جنت کی راہ کا مینار ہدایت ہے، اس کے ذریعہ اللہ تعالی کچھ لوگوں کو اوپر اٹھاتا ہے اور انہیں بھلائی میں رہنمائی و قیادت و سرداری عطا کرتا ہے، جن کی پیروی کی جاتی ہے، وہ بھلائی کے رہنما ہوتے ہیں جن کے نقش قدم پر چلا جاتا ہے، اور جن کے افعال کو نمونہ بنایا جاتا ہے، فرشتے ان کی دوستی کے خواہاں ہوتے ہیں اور اپنے پروں سے ان کو چھوتے ہیں، ہر خشک و تر ان کے لیے مغفرت طلب کرتا ہے، یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور جاندار، خشکی کے درندے اور جانور، آسمان اور اس کے ستارے علم ہی کے ذریعہ اللہ کی اطاعت و عبادت کی جاتی ہے، اس کی توحید و ثنا ہوتی ہے، اسی سے پرہیز گاری ہوتی ہے، اسی سے صلہ رحمی کی جاتی ہے، اسی سے حلال و حرام جانا جاتا ہے، وہی رہنما اور عمل اس کا پیرو کار ہے، نیک بختوں کو اس سے سرفراز کیا جاتا ہے، اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔ (تعلیم کی اہمیت سنت نبوی کی روشنی میں)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم سیکھنا (نفلی) نماز و دعاء ہے، حضرت ابو درداء کا قول ہے ''ایک گھڑی علم کا مذاکرہ ایک رات کے قیام سے بہتر ہے، حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں رات کے کچھ حصہ میں علم پر تبادلہ خیال مجھے نفلی نمازیں پڑھنے سے زیادہ پسند ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ علم کا حصول نفل نماز سے افضل ہے۔ (حوالہ بالا)

چنانچہ حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ ارشاد فرماتے تھے کہ جو بندہ (دین کا) علم حاصل کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلے گا، اللہ تعالی اس کے عوض اس کو جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلائے گا اور علم دین کے حامل کے لیے آسمان وزمین کی ساری مخلوقات اللہ تعالی سے مغفرت کی استدعاء کرتی ہیں، یہاں تک کہ دریا کے اندر رہنے والی مچھلیاں بھی دعا کرتی ہیں اور عبادت گزاروں کے مقابلہ میں حاملین علم کو ایسی برتری حاصل ہے جیسی کہ چودھویں رات کے چاند کو آسمان کے باقی ستاروں پر، علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء نے دیناروں اور درہموں کا ترکہ نہیں چھوڑا ہے، بلکہ انہوں نے اپنے ترکہ اور ورثہ میں صرف علم چھوڑا ہے، تو جس نے اس کو حاصل کرلیا، اس نے بہت بڑی کامیابی اور خوش بختی حاصل کرلی۔ (مسند احمد، جامع ترمذی)

ایک دوسری حدیث میں ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ علم کی طلب و تحصیل میں (گھر سے یا وطن سے) نکلا وہ اس وقت تک اللہ کے راستہ میں ہے جب تک واپس نہ آجائے۔ (جامع ترمذی)

ان احادیث مبارکہ میں علم، طالبین علم، علماء اور معلمین کی غیر

معمولی عظمت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔

لیکن آج کے دور کے مسلمان اپنے بچوں کو اسلامی تعلیمات سے دور رکھتے ہیں اور کمسن بچوں کو انگریزی تعلیم سے آشنا کرتے ہیں، یہ صرف شیطان کا فریب ہے، یاد رکھیں! اگر ہم اپنے کمسن و معصوم بچوں کے خیر خواہ ہیں تو اسے عالم دین بنائیں، اس لیے کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "یستغفر للعالم مافی السموات والأرض" زمین وآسمان میں جتنی اشیاء ہیں وہ سب عالم کے لیے دعا کرتی ہیں۔

لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مسلمان بھائی اپنے بچوں کے لیے زمین کے پلاٹ خریدتے ہیں، سونے اور چاندی کا ڈھیر جمع کرتے ہیں، بینک کے کھاتے کھلواتے ہیں، یاد رکھیئے اور دل کی گہرائی میں یہ بات اتار لیجئے کہ زمین کے پلاٹ پر دوسروں کا قبضہ ہوسکتا ہے، سونے کے ڈھیر کو چور چرا اور ڈاکو لوٹ سکتا ہے، بینک کے کھاتے برباد ہوسکتے ہیں، لیکن علم ایک ایسی دولت ہے جہاں تک کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی، علم ایک لازوال نعمت ہے، اس لیے ہمیں چاہئے کہ اپنے لخت جگر اور نور نظر کو علم کی دولت سے آراستہ کریں، اسی سے بلند مقام مل سکتا ہے، علم ہی سے انسان اپنے خدا اور رسول کو پہچان سکتا ہے، علم ہی سے عزت وبلندی مل سکتی ہے، کم سے کم اتنا علم جس سے دینی ضرورتیں پوری کرسکیں، ضرور حاصل کرنا چاہئے۔

بلا خوف وتردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ علم دین کو اگر کوئی لوجہ اللہ حاصل کرتا ہے، تو اسے دنیا میں بھی بلند مقام حاصل ہوتا ہے اور آخرت میں تو حاصل ہوگا ہی انشاء اللہ چونکہ مال ودولت کا تعلق تقدیر سے ہے جو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، وہ مل کر رہے گا، خواہ دینی علوم حاصل کریں، یا دنیاوی علوم، لہٰذا تقدیر پر ایمان رکھتے ہوئے اور مقدرات کا یقین کرتے ہوئے ہمیں اپنی حد تک کوشش بھی کرتے رہنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہمیں علم دین کی اہمیت سمجھنے کی توفیق دے، آمین۔

غزل

سمجھو کے بیش قیمتی دولت چلی گئی
ماں باپ کی جو دل سے محبت چلی گئی

جب سے چلا ہوں راہ پہ میں تیری اے خدا
اِس زندگی سے ساری مصیبت چلی گئی

بدلہ مزاج دیکھا تو پوچھا جناب سے
کیا آپ کے بھی دل سے محبت چلی گئی

چہرے پہ اس کے نور کا جلوہ عجیب تھا
جب وہ ملا تو چشم بصیرت چلی گئی

دعوی جو کر رہا تھا خدائی کا جہاں میں
اس شخص کی بھی گھر سے حکومت چلی گئی

کرنے لگا ہوں جب سے تلاوت کا اہتمام
عرفاؔن میرے گھر سے مصیبت چلی گئی

محمد عرفان خان ضیاء
مرکز رحمت اللہ الکیرانوی، محمد پور، ضلع مظفرنگر (یوپی)

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا

علامہ اقبالؒ

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد

ناچیز جہانِ مہ و پرویں تیرے آگے
وہ عالم مجبور ہے، تو عالم آزاد

موجوں کی تپش کیا ہے؟ فقط ذوق طلب ہے
پنہاں جو صدف میں ہے وہ دولت ہے خداداد

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پردم ہے اگر تُو، تو نہیں خطرۂ افتاد

تجزیہ

دوسری اور آخری قسط

عالم اسلام دشمنوں کے قبضے میں

مصطفیٰ محمد طحان.........ترجمہ: ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی

(۴) اقتصادی میدان میں دشمنوں کی کارستانیاں :

مذکورہ طرز پر ہی ہم اپنے اقتصادی حالات کا جائزہ لے سکتے ہیں کہ کس طرح انھوں معاشیات کو ہمارے منافع اور مفادات سے ہٹا کر اپنے منافع اور مفادات سے قریب کیا ہے، ہمارے چاہنے یا نہ چاہنے کے باوجود عالمی سامراجی نظام (گلوبلائزیشن) کی تیاری میں ہماری ہی دولت سے مدد اور طاقت فراہم کی جاتی ہے، تیسری دنیا کا قرض اور اس کو ادا کرنے کی عدم استطاعت، یہاں تک کہ اس کے سود کو ادا کرنے کی عدم استطاعت بھی ان تمام ملکوں کو اپنے چنگل میں جکڑے رہنے کے لیے جدید استعماری نظام کی ایک چال ہے، جب گانا کے صدر نکرومانے اس نئے سامراج کا انکشاف کیا تو ان دشمنوں نے ان سے چھٹکارا حاصل کیا، جب ترکی کے سابق وزیراعظم نجم الدین اربکان نے یہ مطالبہ کیا کہ ان کا ملک عالمی بینک اور IMF کی پالیسیوں سے اجتناب کرے جو بینک قرضوں کے نام پر ملکوں پر قابض ہے، جب اربکان نے آٹھ بڑے اسلامی ملکوں پر مشتمل اقتصادی گروپ ۸ر قائم کیا تو ان کو حکومت سے دور کردیا گیا اور ان کی پارٹی پر پابندی عائد کی گئی۔

اسلامی ملکوں میں موجود اسٹریٹیجک دولت مثلاً گیس اور پٹرول، ربر اور کان وغیرہ، اسی طرح وسیع زراعتی زمینیں اور بڑی بڑی نہریں اور سمندر سے مسلم باشندوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں ہورہا ہے، ابھی تک اس کی سالانہ آمدنی پوری دنیا میں سب سے کم ہے، مغرب اقتصادی طور پر تنزل کا شکار ہورہا ہے، وہاں کی بڑی بڑی کمپنیاں، ادارے اور بینکوں کا دیوالیہ نکل رہا ہے، جس کے اثرات عالمی اقتصادی کمپنیوں، اداروں اور بینکوں پر پڑ رہے ہیں، اور دنیا جاپان کے وزیراعظم کی زبان سے بولنے لگی ہے، کیونکہ نہ ہم اپنے اقتصاد کو دوسروں سے علیحدہ کردیں اور اس کو دوسروں کی غلامی سے آزاد کردیں۔

مسلمانوں کو اس طرح کی بات کرنا زیادہ مناسب ہے، طلبہ کے لیے ضروری ہے جو تبدیلی لانے والوں کے سرخیل ہیں کہ وہ اسلامی معاشیات کی بنیادوں سے واقف ہوجائیں، میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر محمود ابوسعود کی کتاب "خطوط رئيسية في الإقتصاد الإسلامي" کا مطالعہ ضرور کریں۔

اس بات سے واقف ہوجائیں کہ جس سودی معاشیات کو ان لوگوں نے عالمی معاشیات کا نام دیا ہے، وہ درحقیقت قوموں کو اپنا غلام بنانے کے لیے گھڑا ہوا نام ہے، اسی سلسلے میں اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے:

الـذين يأكلون الربا لايقومون إلا كمايقوم الذى يتخبطه الشيطان من المس ذلك بأنهم قالوا إنما البيع مثل الربا وأحل الله البيع و حرم الربا"۔(سورہ بقرہ ۲۷۵)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ لوگ ایسے کھڑے ہوتے ہیں جیسے وہ شخص جس کو شیطان نے لپٹ کر خبطی بنا دیا ہو، یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ خرید وفروخت سود کی طرح ہے، جب کہ اللہ نے خرید وفروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔

اللہ تبارک وتعالی کا یہ بھی فرمان ہے: "يـاأيهـا الذين آمنوا اتقوا الـلّـه وذروا مـابـقـى مـن الربا إن كنتم مؤمنين، فإن لم تفعلوا

فأذنوا بحرب من اللّٰه ورسوله، وإن تبتم فلكم رؤوس أموالكم لاتظلمون ولاتظلمون"۔(سورہ بقرہ۲۷۸،۲۷۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو، اگر تم مؤمن ہو، اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، اگر تم رجوع کروں گے تو تمہارے لیے تمہارا راس المال ہے، تم نہ ظلم کروگے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

(۵) معاشرتی میدان میں دشمنوں کی کارستانیاں:

ہمارے معاشرتی حالات کا بھی یہی حال ہے، اس میں بھی خصوصیت کے ساتھ عورت کا مسئلہ بڑا اہم ہے، مغرب والوں کی پوری کوشش ہے کہ عورت کو اس کی فطرت سے بغاوت پر آمادہ کر دیا جائے، اور اس پر معاش کا بوجھ ڈالا جائے، بڑے افسوس کی بات ہے کہ بہت سے ملکوں میں مسلمان مغرب کے پیچھے چلنے لگے ہیں اور اپنی معاشرتی زندگی میں ہر اعتبار سے ان کی تقلید کر رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ کہا ہے: ''اگر وہ گوہ کے بل میں بھی داخل ہو جائیں تو تم ان کی اس میں اتباع کروگے''۔

آج مغرب خطرناک حد تک معاشرتی سیاست کی قیادت کر رہا ہے، جس کا کسی نہ کسی وقت اسی کے خلاف جلد ہی پلٹ وار ہونے والا ہے، امریکی صدارتی انتخابات کے سابق امیدوار پوکانن نے ایک کتاب ''مغرب کی موت'' کے نام سے لکھی ہے، یہ ان بدترین پالیسیوں کی بازی خود مغرب ہی کے خلاف الٹنے پر بہترین دلیل ہے، ان پالیسیوں کے نتیجے میں کوئی خاندان باقی نہیں ہے، بچوں کی پیدائش نہیں ہو رہی ہے، انسان محفوظ نہیں ہے، یورپی عورت کو اس بات پر فخر ہے کہ وہ اپنے شوہر کے علاوہ متعدد مردوں سے جنسی تعلقات رکھتی ہے، انہوں نے اخلاق کو زندہ گاڑ دیا ہے اور بداخلاقی کا چلن عام کیا ہے، انہوں نے جنسی شذوذ کی وجہ سے ہلاک ہونے والی قوموں کی سیرت کو دہرایا ہے۔

ایک مصری باشندے طہطاوی نے فرانس میں تعلیم حاصل کی اور وہاں کی تہذیب سے متأثر ہو کر واپس آیا، اس نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''تخلیص الابریز فی تلخیص باریز'' اس کتاب میں اس نے فرانس کی اچھائیوں کا تذکرہ کیا ہے اور وہاں کے ڈراموں پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے، مردوں اور عورتوں کے اختلاط کی تعریف کی ہے، اور اس بات کا انکار کیا ہے کہ اختلاط اور بے پردگی سے بگاڑ پیدا ہوتا ہے، اس نے مردوں کا عورتوں کے ساتھ ناچنے، گانے کا بھی دفاع کیا ہے، اسی طرح مغربی تہذیب کے ہر بگاڑ کی مدافعت کی ہے اور مسلم ملکوں میں ان کو نافذ کرنے کی دعوت دی ہے۔

یہاں تک کہ ذرائع ابلاغ جس کا کام سیاسی اور اقتصادی خبروں کو پہنچانے کا تھا اس نے بھی ان دونوں معاشرتی مسائل کو خصوصیت کے ساتھ اپنا موضوع بنایا ہے، اس کے ذریعہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو سکھایا جاتا ہے کہ کس طرح بگڑا جائے، اخلاقی گراوٹ کا حملہ دوسرے تمام حملوں سے زیادہ خطرناک ہو گیا ہے۔

(۶) اسلامی شخصیت میں دشمنوں کی کارستانیاں:

ہماری زندگی کے صرف ان ہی میدانوں اور دائروں میں تبدیلی نہیں آئی ہے بلکہ امت اپنے دین سے متنفر ہو رہی ہے، اس کے اخلاق میں گراوٹ آ رہی ہے اور امت دوسروں میں اپنے لیے نمونہ تلاش کر رہی ہے، اپنی زندگی کے تمام میدانوں میں شکست کھانے کے ساتھ ساتھ امت اندرون سے بھی شکست خوردہ اور کمزور ہو چکی ہے، ممتاز اسلامی شخصیت مسخ ہو کر رہ گئی ہے۔

اپنی تہذیب پھیلانے میں سامراج کا اصل مقصد یہ نہیں ہے کہ اپنے زیر تسلط ملکوں کو مہذب اور مثقف بنایا جائے جیسا کہ ان کا دعوی ہے اور اس کو وہ بڑے فخر سے کہتے ہیں، بلکہ ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ ان کے درمیان اور ان قوموں کے درمیان جو رکاوٹیں ہیں ان کو دور کر دیا جائے، یہ رکاوٹیں دین، زبان اور عادات واطوار میں اختلاف ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں، ان ہی امور کی وجہ سے ملک کے باشندوں کو غیر ملکی تسلط سے...... ﴿بقیہ اگلے صفحہ ۴۴ پر﴾

تدبیر

شیطانی وسوسوں کا صحیح علاج

خالد سلیم وجے پارک یمنا وہار، دہلی

ہمارے بہت سے ایسے مسلمان بھائی ہیں جن کے دل میں کئی طرح کے وسوسے پیدا ہوتے ہیں، اور اسلام کے تعلق سے بھی طرح طرح کے خیالات ان کے دل میں گھر کرتے رہتے ہیں، یہ حضرات کبھی کبھی بڑی بیزاری سے محسوس کرتے ہیں اور وہ وسوسوں میں پڑ جاتے ہیں، خیال رہے کہ اس طرح کے وسوسے شیطان دلوں میں ڈالتا ہے، اور وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں لگا رہتا ہے، پس مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان وسوسوں کو دل سے نکالتے رہیں اور خلاف شرع باتوں پر عمل نہ کریں لیکن اگر کوئی مسلمان شیطان کے ڈالے گئے وسوسوں پر عمل کرے گا یا ان وسوسوں کو زبان پر لائے گا تو پھر اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

حدیث میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے دل میں جو وسوسے پیدا ہوتے ہیں اللہ نے ان کو معاف فرما دیا ہے، جب تک کہ انسان ان وسوسوں کے مطابق عمل نہ کرے یا زبان سے کچھ نہ کہے مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے دل میں کوئی خلاف شریعت وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو اس پر باز پرس نہیں، البتہ اگر ایسے وسوسوں پر عمل کیا جائے یا زبان سے کوئی خلاف شرع بات نکالی جائے تو واقعی ایسا شخص سزا کا مستحق ہوگا۔

فقط وسوسوں پر گناہ نہ ہونے کی تصدیق ایک اور حدیث سے ہوتی ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ کچھ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے دلوں میں (بعض وقت) ایسی باتیں پیدا ہوتی ہیں کہ ہم میں سے کوئی ان کو زبان پر نہیں لا سکتا، آپ نے فرمایا کیا واقعی تم زبان سے ان کو ادا کرنے کو برا سمجھتے ہو، عرض کیا ہاں یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا یہ عین ایمان ہے۔

حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ غلط وسوسے شیطان دل میں پیدا کرتا ہے مگر جو مسلمان ان وسوسوں کو برا جانتا ہے اور ان کو زبان پر لانے سے ڈرتا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ مومن ہے کیونکہ کوئی شخص اس بات پر تو قادر نہیں ہے کہ اس کے دل میں غلط وسوسے پیدا نہ ہوں، البتہ وہ اس بات پر ضرور قادر ہوتا ہے کہ ایسے غلط وسوسوں کو زبان پر نہ لائے اور ان پر عمل نہ کرے، تو ایسا شخص اللہ کا نیک بندہ ہوتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے دل میں ایسی باتیں پیدا ہوتی ہیں کہ میں ان کو زبان سے ادا کرنے کے بجائے بہتر سمجھتا ہوں کہ جل کر کوئلہ ہو جاؤں، آپ نے فرمایا اس بزرگ برتر خدا کا شکر ہے کہ جس نے اس کی بات کو وسوسہ کی طرف منتقل کر دیا۔

شیطان انسان کے دل میں غلط وسوسے ڈالتا ہے اور اس کو گمراہ کرنے پر تلا بیٹھا ہے اور وہ انسان کے اندر گھس کر اس کو وسوسوں میں مبتلا کرتا رہتا ہے کیونکہ حدیث کے مطابق شیطان انسان کی رگوں میں میں خون کی طرح موجود ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا شیطان انسان کی رگوں میں اس طرح جاری ہے جس طرح خون جاری وساری ہے۔

جب مسلمان نماز پڑھنا شروع کرتا ہے تو شیطان اس کے دل پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کو وسوسوں اور غلط خیالات میں مبتلا کر دیتا ہے۔

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! شیطان میرے اور میری نماز کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور جب میں قرأت کرتا ہوں تو مجھ کو شبہ میں ڈال دیتا ہے، آپ نے فرمایا یہ وہ شیطان ہے جسے خنزب کہا جاتا ہے، بس جب تو اپنے دل میں اس کے وسوسے کو محسوس کرے تو خدا سے پناہ طلب کر اور تین مرتبہ دائیں جانب تھتکار دے، عثمان کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا اور اللہ نے اس قسم کے وسوسوں کو دور کر دیا۔

جہاں تک نماز میں خیالات اور وسوسوں کے پیدا ہونے کی بات ہے تو سب سے پہلے ہمیں چاہئے کہ نماز کے اندر خشوع اور خضوع پیدا کریں، ایک حدیث میں ہے کہ نماز پڑھتے وقت یہ سوچیں کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے، اگر ایسا بھی نہ سوچیں تو کم از کم یہ ضرور سوچتے رہیں کہ ہم اللہ کو دیکھ رہے ہیں، اس طرح اللہ کی بڑائی اور کبریائی دل میں موجود رہے گی، اور کوئی برا خیال پریشان نہیں کرے گا؛ لیکن اگر اس کے باوجود بھی شیطانی وسوسے آتے ہیں تو پھر نماز پڑھتے وقت ہی تین مرتبہ بائیں جانب ہلکا سا رخ کر کے تھتکار دینا چاہئے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے ایسا کرنے سے انشاء اللہ غلط خیالات، غلط تصورات اور غلط وسوسے آنا بند ہو جائیں گے، اور بندہ اپنی نماز کو اچھی طرح پوری کر سکے گا۔

❁❁❁❁

﴿بقیہ صفحہ ۴۲ کا﴾ نفرت کا احساس ہوتا ہے، اور سامراج کو اجنبیت کا احساس ہوتا ہے، بلکہ بعض مرتبہ سامراج کو اپنے آس پاس خطرے کا احساس ہوتا ہے اور یہ خطرہ ان کو چیلنج کرتا ہے، اس اجنبیت اور خطرے کا احساس اس وقت بہت بڑھ جاتا ہے جب مغربی استعمار کو مسلمانوں سے واسطہ پڑتا ہے، کیونکہ اسلام صرف چند عادات کا نام نہیں ہے، جیسا کہ دوسرے ادیان کا حال ہے، بلکہ یہ مکمل تہذیب ہے جس کو اسلام اپنے ساتھ ہر اس جگہ لے جاتا ہے جہاں وہ جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مغرب زدہ بنانے کے جو پروگرام اسلام اور مسلمانوں کی خاطر ترتیب دئے جاتے ہیں اس کی حیثیت خصوصی نوعیت کی ہوتی ہے اس میں مسلم شخصیت کو مسخ کرنے، ان کو مغربی تہذیب میں ضم کرنے اور مسلمانوں کی ایک ایسی نسل تیار کرنے کا پروگرام رکھا جاتا ہے جو اسلام کے خلاف جنگ کرے اور سامراجیوں کے افکار ونظریات کو اپنائے۔

تبدیلی کے سرخیل طلبہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ سرگرم ہو جائیں اور عملی میدان میں کود پڑیں۔

طلبہ ایسی تنظیمیں قائم کریں جو اسلام کو زندگی کے منہج کے طور پر اختیار کریں اور طلبہ کو اس بات کی دعوت دیں کہ وہ خود اس منہج کے مطابق ڈھالیں۔

وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ خود کو اسلامی شخصیت کے سانچے میں ڈھالیں گے، جس کے نتیجے میں وہ عظیم مرد مجاہد بن جائیں، اپنے ملکوں کو آزاد کرائیں، اپنے اندر موجود انسان کی از سر نو تشکیل کریں اور اخیر میں اسلام کی عظیم ہدایت کی روشنی میں اپنی حکومت قائم کریں۔

❁❁❁❁

گزارش

ماہنامہ نقوش اسلام ایک دینی، دعوتی، تاریخی، معلوماتی، ادبی اور اصلاحی رسالہ ہے، اسے خود بھی پڑھئے اور اپنے زیادہ سے زیادہ احباب کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیجئے، اس کی سال بھر کی ممبری فیس صرف ۱۰۰/روپیہ ہے۔

رحمتِ خداوندی کی بے پایاں وسعت

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

"مایفتح اللّٰہ للناس من رحمة فلاممسك لها ومایمسك فلا مرسل له من بعده وهو العزیزالحکیم"۔(سورۂ فاطر رکوع ۱۳)

اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھولدے سو اس کا کوئی بند کرنیوالا نہیں اور جس کو بند کردے سو (اس کے بند کرنے بعد) اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

یہاں لفظ رحمت عام ہے، اس میں دینی اوراخری نعمتیں داخل ہیں جیسے ایمان اور عمل صالح اور نبوت ولایت وغیرہ اور دنیوی نعمتیں بھی داخل ہیں، جیسے رزق اور اسباب اور آرام وراحت، صحت وتندرستی، مال وعزت وغیرہ۔

دوسرا جملہ ''مایمسک'' عام ہے، جس چیز کو اللہ روکتا ہے اس کو کوئی کھول نہیں سکتا، اس میں دنیاوی مصائب وآلام بھی داخل ہیں۔

اللہ رب العزت نے اس آیت میں اپنی قدرت کاملہ کی ایک صورت بیان فرمائی ہے، جب یہ صورت انسانی قلب میں راسخ ہو جائے تو اس کے خیالات واحساسات میں ایک عظیم انقلاب برپا ہوجاتا ہے، ہر قوت سے منہ موڑ کر اللہ تعالی پر بھروسہ پختہ ہوجاتا ہے، اس کو اللہ کے دروازہ کے علاوہ تمام دروازے بند نظر آتے ہیں، اللہ تعالی کی رحمت کے مظاہر ومشاہد بیشمار ہیں، انسان کے ہاتھ پیر آنکھ کان وغیرہ اعضاء صحت وقوت مال واولاد، آسمان وزمین، چاند وسورج ستارے، ہاتھی گھوڑے جن کو انسان کی خدمت کے لیے مامور ومسخر کردیا، انسان تو ان کو شمار بھی نہیں کرسکتا۔

"وان تعدو نعمة اللّٰہ لاتحصوها"۔(سورہ ابراهیم پارہ ۱۳/رکوع ۱۷) اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کرسکو۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

یعنی خدا تعالی کی نعمتیں اتنی بیشمار بلکہ غیر متناہی ہیں کہ اگر تم سب مل کر اجمالاً ہی گنتی شروع کرو تو تھک کر اور عاجز ہوکر بیٹھ جاؤ، شمار کرنا کیا معنی، بیشمار احسانات کو تو وہ جانتا بھی نہیں، ہر ہر چیز میں اللہ تعالی کی رحمت اور اس کا فضل وکرم ہے، ہر حالت میں، ہر وضع میں، ہر صورت میں، ہر زمان ومکان میں، ہر شب وروز میں، ہر لمحے اور ہر سیکنڈ میں، ہر سانس کی آمد ورفت میں صرف رحمت خداوندی ہی کی کارفرمائی ہے، انسان رحمت خداوندی کو اپنی ذات میں، اپنی اولاد میں، اپنے ماحول میں، اپنے اوپر کی طرف نیچے دائیں بائیں غرضیکہ ہر ہیئت وحالت میں محسوس کرتا ہے۔

نعمت بغیر رحمت کے زحمت ہے:

اللہ تعالی جس نعمت سے اپنی رحمت چھین لے وہ نعمت عذاب بن جاتی ہے اور ہر تکلیف جس میں رحمت الٰہی شامل ہو، وہ بذات خود رحمت نظر آتی ہے، انسان رحمت الٰہی کے ساتھ اگر کانٹوں پر بھی سوجائے تو وہ پھولوں کا بستر محسوس ہوگا اور بغیر رحمت الٰہی ریشمی بستر کانٹوں کا بستر بن جائے گا، رحمت خداوندی کے ساتھ انسان کے اندر سعادت ورضا اور آرام وراحت کے چشمے بہنے لگتے ہیں، رحمت خداوندی نہ ہوتو انسان کے دل ودماغ میں گھبراہٹ بے چینی مایوسی کے بچھو رینگتے ہوئے محسوس ہوں گے۔

شیخ الھند کے لیے فرنگیوں کے انگارے پھولوں کا بستر:

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ہم مالٹا جیل میں تھے، اس وقت حضرت شیخ الہند کو سزا دیجاتی تھی جس سے جسم پر زخم ہوجاتے تھے اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ فرنگی انگارے بچھا دیتے اور حضرت کو اوپر لٹا دیتے تھے، جیل کے حکام کہتے محمود! صرف اتنا کہہ دو کہ میں فرنگیوں کا مخالف نہیں ہوں، ہم آپ کو چھوڑ دیں گے، حضرت فرماتے نہیں میں یہ الفاظ نہیں کہہ سکتا، میں اللہ کے دفتر سے نام کٹوا کر تمہارے دفتر میں نام لکھوانا نہیں چاہتا، ایک دفعہ حضرت آئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کو اذیت ناک سزا دی گئی ہے، ہم حضرت کے ساتھ تین چار شاگرد تھے ہم نے مل کر عرض کیا، حضرت! کچھ مہربانی فرمائیں کوئی حیلہ یا تدبیر، حضرت کے چہرے پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے، فرمانے لگے حسین احمد! تم مجھے کیا سمجھتے ہو، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت بلال کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت خبیب کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت سمیہ کا، میں روحانی بیٹا ہوں امام احمد بن حنبل کا جن کو اتنے کوڑے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کو بھی مارے جاتے تو وہ بھی بلبلا اٹھتا، میں روحانی بیٹا ہوں مجدد الف ثانی کا جن کو دو سال کے لیے گوالیار کے قلعہ میں قید رکھا گیا تھا، میں روحانی بیٹا ہوں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا جن کے ہاتھوں کو کلائیوں کے قریب سے توڑ کر بیکار کر دیا گیا تھا، حسین احمد! کیا میں ان فرنگیوں کے سامنے شکست تسلیم کرلوں، نہیں یہ میرے جسم سے جان تو نکال سکتے ہیں مگر میرے دل سے ایمان نہیں نکال سکتے، سبحان اللہ! آگ کے بستروں پر رحمت خداوندی کا ظہور ہو رہا تھا۔

رحمت کا دروازہ ھی سب سے بڑا دروازہ ھے:

ہر دروازے کو کھولنے اور بند کرنے کا سبب یہی ایک دروازہ ہے جب اللہ تعالی کا فضل وکرم ساتھ چھوڑ دے تو تمام روشندان کھڑکیاں، دروازے بند ہوجاتے ہیں، مال اولاد، صحت وقوت، جاہ وجلال اور حکومت گھبراہٹ اور مصیبت کا سبب ہوتے ہیں۔ جب رحمت کا دروازہ کھل جائے تو بفضل خدا ہر چیز میں سکون وراحت اور اطمینان نظر آتا ہے۔

اللہ کی رحمت کا احساس بھی رحمت خداوندی ھے:

حضرت رابعہ بصری کا قول ہے: "استغفار نا یحتاج الی استغفار کثیرا" ہمارا استغفار بھی بہت سے استغفار کا محتاج ہے۔ (حصن حصین صفحہ ۱۳۹)

اسی طرح اللہ کی رحمت کو محسوس کرنا بھی اللہ کی رحمت ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو تیسری بار مصر کی طرف رخصت کرتے وقت فرمایا تھا اے بیٹو! جاؤ اور تلاش کرو یوسف اور اس کے بھائی کو، اور ناامید مت ہو اللہ کے فیض سے، بیشک ناامید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں۔

یعنی حق تعالی کی مہربانی اور فیض سے ناامید ہونا کافروں کا شیوہ ہے ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کے برابر مایوس کن حالات پیش آئیں تب بھی خدا کی رحمت کا امیدوار رہے "ألیس اللّٰہ بکاف عبدہ" کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔

رحمت خداوندی کی بے اندازہ وسعت:

"قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللّٰہ إن اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعاً"۔ (سورہ زمر پارہ ۲۴/رکوع ۳)

کہہ دے اے میرے بندو! جنھوں نے زیادتی کی ہے اپنی جان پر آس مت توڑو اللہ کی مہربانی سے، بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہ۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

یہ آیت ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں اور عفو ودرگزر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے۔

رحمت کے ابلتے چشمے:

اللہ تعالی کی رحمت کا تو یہ حال ہے کہ ایک آدمی جو بتوں کا پجاری

تھا، وہ ایک جگہ بیٹھ کر یاصنم یاصنم یاصنم کی تسبیح پڑھ رہا تھا، وہ یاصنم کہتے کہتے رات کو تھک گیا تو اسے اونگھ آنے لگی، جب اونگھ آئی تو اس کی زبان سے یاصنم کے بجائے یاصمد کا لفظ نکل گیا، جیسے ہی اس کی زبان سے یہ لفظ نکلا تو اللہ رب العزت نے فوراً فرمایا ''لبیک یاعبدی'' میرے بندے میں حاضر ہوں مانگ کیا مانگ رہا ہے، فرشتے حیران ہو کر پوچھنے لگے اے اللہ! یہ بتوں کا پجاری ہے اور ساری رات بت کے نام کی تسبیح کرتا رہا ہے، اب نیند کے غلبہ کی وجہ سے آپ کا نام نکل گیا ہے، اور آپ نے فوراً متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے میرے بندے! تو کیا چاہتا ہے اس میں کیا راز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میرے فرشتو! وہ ساری رات بتوں کو پکارتا رہا اور بت نے کوئی جواب نہ دیا، جب اس کی زبان سے میرا نام نکلا اگر میں بھی جواب نہ دیتا تو مجھ میں اور بت میں کیا فرق رہ جاتا، جو پروردگار اتنا مہربان ہو کہ بندے کی زبان سے نیند کی حالت میں بھی اگر نام نکل آئے تو پروردگار اس کو بھی قبول فرما لیتے ہیں، تو ہم ہوش وحواس میں دعائیں مانگیں گے تو پروردگار ہماری دعاؤں کو کیوں نہ قبول فرمائیں گے۔

اللہ کی رحمت ہر جگہ ہر حال میں موجود ہے:

اللہ کی رحمت کسی طالب رحمت سے کسی جگہ جدا نہیں ہوتی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو آگ میں پایا، حضرت یوسف علیہ السلام نے جنگلی کنوئیں اور قید خانے میں پایا، حضرت یونس علیہ السلام نے اس کو مچھلی کے پیٹ میں پایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا اور فرعون کے محل میں پایا، اصحاب کہف نے اس کو غار میں پایا، اور حضرت خاتم الانبیاء محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھی سمیت غار ثور میں پایا، جب کہ دشمن تلاش میں غار کے دہانے تک آپہنچے تھے۔

اور رحمت خداوندی کو ہر اس شخص نے پایا جو ہر طرف سے مایوس ہو کر اس کی پناہ میں آگیا، اور سب دروازے چھوڑ کر صرف اسی کے ایک دروازے کا ہو گیا، ہر طاقت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا ہو رہا، انسانوں میں اور رحمت خداوندی میں فاصل صرف اس قدر ہے کہ وہ اسے طلب کریں براہ راست طلب کریں، بلا واسطہ وسیلہ دعا مانگیں، ہاں اطاعت اور امیدوار پورے یقین وعاجزی کا وسیلہ لے کر دربار خداوندی حاضر ہوں۔

ذکر دنیا کر کے دیکھا فکر عقبیٰ کر کے دیکھ
سب کو اپنا کر کے دیکھا رب کو اپنا کر کے دیکھ

"اللهم مغفرتك اوسع من ذنوبي ورحمتك ارجى عندي من عملي"۔

❁❁❁❁❁

قلم کار حضرات متوجہ ہوں!

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، ادبی، دعوتی، تاریخی اور تحقیقی مضامین ارسال فرما کر اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کریں۔

- مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں۔
- مضامین ارسال کرتے وقت رسالہ کے معیار اور علمی ذوق کا خاص لحاظ رکھیں۔
- شائع شدہ مضامین شامل اشاعت نہیں ہوں گے۔
- ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں مضامین واپس نہیں کیے جائیں گے۔
- مضامین بغیر حوالہ کے معتبر نہیں ہوں گے۔

نیز نقوش اسلام کے اندر شامل مضامین میں قلمکار حضرات جو رائے پیش کرتے ہیں، وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے، اس سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

❁❁❁❁❁

حالات حاضرہ

عالمی خبریں News World

حافظ عبدالستار عزیزی

امریکہ میں جدید ترین ہتھیاروں کا فروغ

نیویارک-امریکہ ’’پرومٹ گلوبل اسٹرائک‘‘ نامی ایک جدید ترین روایتی ہتھیار فروغ کر رہا ہے، جو نیوکلیائی ہتھیاروں پر اس کے انحصار کو کم کر دے گا، نیویارک ٹائمس نے اپنی خبر میں کہا ہے کہ صدر براک اوباما کو آنے والے برسوں میں ایسے ہتھیاروں کی تنصیب پر فیصلہ لینا ہوگا جو نیوکلیائی ہتھیاروں پر امریکی انحصار کو کم کرے، ایسی کسی تکنیک پر تشویش اتنی ہے کہ اوباما انتظامیہ روس کے اس مطالبہ پر راضی ہو کہ امریکہ ہر سال ایک نیوکلیائی میزائل ہٹائے گا، جنھیں پنٹاگن نے نصب کیا ہے، اخبار کے مطابق ان ہتھیاروں کو ایسے فروغ کیا جا رہا ہے، جس سے کسی غار میں چھپے اسامہ بن لادن کو باہر نکالا جاسکے، شمالی کوریا کی میزائل کو نشانہ بنایا جاسکے، یا ایران کے کسی نیوکلیائی پلانٹ کو تباہ کیا جاسکے اور نیوکلیائی ہتھیاروں کا استعمال نہ کرنا پڑے۔

سیاحوں کے نقاب پہننے پر پابندی

پیرس-فرانسیسی حکومت نے آج اعلان کیا ہے کہ یہاں کے رہنے والوں کے ساتھ ساتھ باہر سے آنے والے سیاحوں کے نقاب پہننے پر بھی پابندی لگائی جائے گی، حالانکہ اس کے قانونی جواز پر شبہات ظاہر کئے جا رہے ہیں، جونیئر فیملی منسٹر نادن مورانو نے کہا کہ سیاحوں کو خاتون کا احترام کرنا چاہئے اور اپنے چہرے کھلے رکھنے چاہئیں، اس پر نکتہ چینی کرنے والوں نے سوال کیا ہے کہ کیا بڑے اسٹورز میں شاپنگ کرنے والی سعودی خواتین سے زبردست برقع اتروایا جائے گا، مورانو نے کہا کہ جس ملک میں آپ آتے ہیں اس کے قانون کا آپ کو احترام کرنا ہوگا، اگر میں کسی ملک میں جاتا ہوں تو مجھے بھی وہاں کے قانون کا احترام کرنا ہوگا، فرانسیسی صدر نکولس سرکوزی نے کل نقاب پر سرعام سخت پابندی کی حمایت کی تھی، پہلے صرف اسکول اور ٹاؤن ہال جیسے سرکاری اداروں تک ہی اسے محدود رکھا گیا تھا۔

امریکہ اور جنوبی کوریا کو، شمالی کوریا کی وارننگ

بیجنگ-شمالی کوریا نے امریکہ اور جنوبی کوریا کو وارننگ دیتے ہوئے کہا ہے کہ اگر ان ملکوں نے شمالی کوریا کی زمین پر 0.001 کلومیٹر کی بھی دراندازی کرنے کی کوشش کی تو وہ ان کے خلاف نیوکلیائی تکنیک کے استعمال سمیت ہر طرح کی تدابیر کرے گا، میڈیا کی خبروں میں کہا گیا ہے کہ کوریئنس پیپلس آرمی کے جنرل اسٹاف کے سربراہ ’’ری یونگ ہو‘‘ نے ایک قومی میٹنگ میں کہا کہ شمالی کوریا کی مسلح فورس ایک ہی جھٹکے میں کسی بھی اکساوے کا جواب دینے کے لیے پوری طرح تیار ہے ’’ری یونگ ہو‘‘ نے جنوبی کوریائی صدر لی میونگ بیک کی سرکار کو قومی اتحاد کے دشمن کا نام دیتے ہوئے سرکار پر تنقید بھی کی۔

برطانیہ میں مسجد کی تعمیر کے خلاف مظاہر

لندن- برطانیہ میں مسجد کی تعمیر کے خلاف مظاہرہ کے دوران پولیس افسران کے ساتھ الجھنے پر نو افراد کو گرفتار کر لیا گیا، برطانوی ذرائع ابلاغ کے مطابق ملک کے وسطی شہر ڈوڈلے میں انتہائی دائیں بازو کی جماعت انگلش ڈیفنس لیگ کے تقریباً ۱۵۰۰/ کارکنان نے مسجد کی تعمیر کے خلاف مظاہرہ کیا، گذشتہ ماہ بھی پولیس نے اس طرح کے مظاہرے کے دوران ۴۷/ کو گرفتار کیا تھا۔

مسجد قرطبہ میں نماز پڑھنے والوں پر مقدمہ

میڈرڈ-اسپین جنوبی شہر قرطبہ میں عیسائی کیتھڈرل چرچ میں تبدیل کی گئی اسلامی دور کی تاریخی جامع مسجد قرطبہ میں نماز ادا کرنے کی کوشش پر گرفتار کئے گئے دو مسلمانوں کے خلاف اب مقدمہ چلایا جائے گا، آسٹریلیا سے تعلق رکھنے والے ان مسلمانوں کو مسجد قرطبہ میں نماز ادا کرنے کی کوشش پر پولیس کے ساتھ جھڑپ ہوئی تھی۔